ادائے حدیث کے لفظی اسالیب

عبدالحمید خان عباسی☆

اس سے قبل ہم اپنے ایک مقالہ(۱) میں "تحمل حدیث کے اسالیب و مناہج" کو بالتفصیل بیان کر چکے ہیں۔ یہی اسالیب حقیقت میں ادائے کے لحاظ سے حدیث کے طرق و اسالیب کے احوال کی منظر کشی کر سکتے ہیں کیونکہ ایک شخص ایک ہی وقت میں مُؤدِی (اداء کرنے والا) بھی ہو سکتا ہے اور مُتَحَمِّل (اخذ کرنے والا) بھی یعنی بیک وقت استاد بھی ہو سکتا ہے اور شاگرد بھی۔ وہ اس طرح کہ اگر ادائے حدیث کا اعتبار کیا جائے تو مُتَحَمِّل (شاگرد) مُؤدِی (استاذ شیخ) کہلائے گا اور اگر تحمل یعنی حصول حدیث کا اعتبار کیا جائے تو یہی مودِی "مُتَحَمِّل" کہلائے گا مثلاً :امام مسلم رحمہ اللہ اگر امام بخاری رحمہ اللہ سے احادیث حاصل کریں تو اس صورت میں امام مسلم مُتَحَمِّل (شاگرد) ہوں گے اور امام بخاریؒ مُؤدِّی (استاد)۔ اگر امام مسلمؒ یہی حاصل (اخذ) شدہ مرویات امام ترمذی رحمہ اللہ کو سنائیں تو اس صورت میں امام مسلم مُؤدِی (شیخ) کہلائیں گے اور امام ترمذیؒ مُتَحَمِّل (تلمیذ)۔ اس سے ثابت ہوا کہ امام مسلمؒ ایک اعتبار سے شاگرد ہوئے اور دوسرے اعتبار سے استاد یعنی مُتَحَمِّل بھی ہوئے اور مودِی بھی۔

اس سے قبل کہ ادائے حدیث کے لفظی اسالیب کو بیان کیا جائے بہتر ہو گا کہ مختصراً ان (اسالیب) کے تاریخی پس منظر کا جائزہ لیا جائے تاکہ احادیث کے لیے اسالیب اداء کے استعمال کی ضرورت اور ایجاد کی تاریخ کا تعین ہو سکے:

اسلوب روایت قبل از اسلام

اسلام سے قبل معلومات کو روایت (اداء) کرنے کی کیفیت کو درج ذیل دو عنوانوں کے تحت بیان کیا جاتا ہے:

ا۔ سابقہ امتیں اور اسلوبِ روایت

مصادر سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلوب روایت (اداء) صرف مسلمانوں کے ساتھ مختص نہیں ہے بلکہ

☆ اسسٹنٹ پروفیسر/ انچارج شعبہ قرآن وتفسیر آف عربیک اینڈ اسلامک اسٹڈیز، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

سابقہ امتیں بھی اس سے متصف تھیں، چنانچہ ڈاکٹر محمد ابو شہبہ لکھتے ہیں:

''روایت اسلامی امت کے خصائص میں سے (ایک خصوصیت) نہیں ہے بلکہ سابقہ امتوں اور نسلوں میں بھی اس (روایت) کا وجود پایا جاتا تھا جیسے ایرانی، یونانی، رومانی و ہندو اور دیگر متمدن اقوام، یہ لوگ اپنے بتوں کے حسب نسب، اپنے بڑوں، اپنے بہادروں، اپنی مشہور شخصیات کے احوال، مشہور واقعات و جنگوں، شعراء کے اشعار اور قصہ گو لوگوں کے قصوں جیسے امور کو نقل و حفظ کرنے کے لیے روایت (کے اسلوب) پر اعتماد کیا کرتے تھے تاکہ ماضی کو حال کے ساتھ مربوط و منسلک کر سکیں''(۲)۔

۲۔ عرب اور اسلوبِ روایت

عرب فن قرأت و کتابت کے میدان میں ایران، روم اور یونان جیسے متمدن اقوام کے مقابلہ میں اگرچہ کسی حد تک پیچھے تھے مگر اپنے اسلاف سے روایت و نقل کرنے میں ان سے کہیں آگے نظر آتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عربوں کا حافظہ فطری طور پر نہایت قوی تھا اور ایک ہی بار سن کر یاد رکھ لینے کی صلاحیت سے مالا مال تھے۔ اس صلاحیت سے وہ بھرپور فائدہ اٹھاتے تھے اور ایک دوسرے سے مطلوبہ معلومات اخذ کر کے یاد بھی رکھتے تھے اور بوقت ضرورت دوسروں کو بھی منتقل کرتے تھے، اس طرح تحمل و اداء (جوکہ اسلوب روایت کے رکن ہیں) کا کام ان میں نسل در نسل جاری رہتا تھا(۳)۔

واضح رہے کہ زمانہ جاہلیت میں عربوں میں معلومات کے تحمل و اداء کا عمل صرف زبانی طور پر نہیں ہوتا تھا بلکہ تحریراً بھی رواج تھا، چنانچہ عالم اسلام کے نامور ترکی محقق ڈاکٹر فواد سزگین لکھتے ہیں کہ:

''اسلام سے ایک صدی قبل کے بعض شعراء کی روایات سے ہم کو کم از کم یہ پتہ چلتا ہے کہ دواوین سے روایت کرنا ان کے ہاں ایک رائج اسلوب تھا، اور بعض شعراء کو تو لکھنے کی بھی عادت تھی، زہیر بن أبی سلمیٰ جیسے شعراء خود اپنے قصائد کی تنقیح کیا کرتے تھے، اسی طرح خود شاعر ہونے کے ساتھ یہی لوگ دوسرے شعراء کے راوی بھی ہوتے تھے، یہ نظریہ کہ جاہلی شاعری کا سارا ذخیرہ زبانی روایت پر مبنی ہے، دور جدید ہی کی تخلیق ہے''(۴)۔

پھر لکھتے ہیں:

"اسی طرح یہ بھی ایک غلط خیال ہے کہ حدیث کی روایت محض زبانی ہوتی رہی ہے بلکہ صدر اسلام میں (مدوّنہ) نصوص کو روایت کرنے کا رواج دورِ جاہلیت کی عادت پر مبنی ہے"(۵)۔

صدر اسلام میں اسلوبِ روایت

حضرت محمد ﷺ کی حیات طیبہ ہی میں آپ ﷺ کی احادیث مبارکہ کے لئے (تحمل و اداء کے طور پر) اسلوب روایت کا استعمال ہونا شروع ہو گیا تھا' چنانچہ ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی لکھتے ہیں کہ:

"نبی ﷺ کی حیات مبارکہ میں احادیث کو روایت کرنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول تھا۔ حاضر سے غائب تک احادیث نبویہ کو پہنچانا ان کی عادت بن چکی تھی۔ نبی اکرم ﷺ کے کسی قول کو یہ حضرات سنتے یا آپ ﷺ کے کسی فعل کو دیکھتے تو دوسروں کے سامنے بیان کرتے وقت اس قول یا فعل کو آپ ﷺ کی جانب منسوب کر دیتے تھے۔ (کہ اسے ہم نے ان سے اخذ کیا ہے) بلکہ نبی کریم ﷺ خود بعض اوقات اپنے کسی قول کو جبریل علیہ السلام کی جانب منسوب فرما دیا کرتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب بھی کسی قول کو روایت کرتے تو اس کا حوالہ دیتے تھے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا قول ہے اور یہ فلاں صحابی کا قول ہے"(۶)۔

اس اقتباس سے صدر اسلام میں روایت کے اسلوبِ تحمل و اداء اور سند کے آغاز کی سیدھی سادی کیفیت وصورت کا پتہ چلتا ہے۔

حضور ﷺ کے خطوط کے حوالے سے اگر دیکھا جائے تو مصادر سے پتہ چلتا ہے کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے انہیں روایت کیا ہے مثلاً:

۱۔ عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ (متوفی ۵۱ھ) نے ان خطوط کو روایت کیا ہے جو فرائض' زکوٰۃ اور دیّات کے بارے میں ان کو ارسال کیئے گئے تھے' بعد میں یہی خطوط حدیث کے مجموعوں میں شامل ہو گئے(۷)۔

۲۔ عبداللہ بن عکیم الجُھَنِی جو مخضرمین میں سے ہیں' نے رسول اللہ ﷺ کے اس خط کو روایت کیا جو قبیلہ جھینہ کو بھیجا گیا تھا(۸)۔

۳۔ حارث بن عمروؓ جو رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں پیدا ہوئے تھے' نے خلیفہ عمرؓ کے اس

خط کو روایت کیا جو انہوں نے نماز کے بارے میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ (متوفی ۴۴ھ) کو ارسال کیا تھا(۹)۔

حضور اکرم ﷺ کے خطوط کو روایت کرنے کے علاوہ ''عہد صحابہ رضی اللہ عنہم میں...... خطوط کے ذریعہ روایت حدیث کا طریقہ بھی کافی رائج ہوا......''(۱۰)۔ ذیل میں اس سلسلہ کی چند ایک مثالیں استشہاداً بیان کی جاتی ہیں:

۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بہت سی احادیث کی روایت بذریعہ خط و کتابت فرمائی(۱۱)۔
۲۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا وقتاً فوقتاً لوگوں کی فرمائش پر حدیثیں لکھ کر بھیجتی رہتی تھیں(۱۲)۔
۳۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی خط و کتاب کے ذریعہ اداءِ حدیث کرتے تھے(۱۳)۔
۴۔ مغیرة بن شعبہ رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فرمائش پر اپنے کاتب سے احادیث لکھوا کر انھیں بھیجا کرتے تھے(۱۴)۔
۵۔ ضحاک بن قیس نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے بذریعہ خط دریافت کیا کہ جمعہ کے دن رسول اللہ ﷺ نے سورۃ الجمعہ کے علاوہ کون سے سورت پڑھی؟ انہوں نے جواب دیا کہ آپ ﷺ ''ھل اتاک حدیث الغاشیة'' (پہنچی تجھ کو بات اس چھپا لینے والے کی) پڑھتے تھے(۱۵)۔

علاوہ ازیں! ''تابعی بشیر بن نہیک رحمہ اللہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ جو کتاب میں نے آپؓ سے نقل کی ہے کیا میں آپ کے نام سے اسے روایت کر سکتا ہوں؟ تو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں (آپ اسے میرے نام سے روایت کر سکتے ہیں)''(۱۶)۔

اسلام کے اسلوبِ روایت کے خصائص

گذشتہ بحث سے ظاہر ہو گیا ہے کہ روایت صرف مسلمانوں کی صفت نہیں ہے بلکہ قبل از اسلام دیگر اقوام و ملل اور عرب بھی اس صفت سے متصف تھے مگر ان کے اندازِ روایت میں وہ خوبیاں نہیں تھیں جن خوبیوں سے اسلامی اسلوب روایت مزین و متصف ہوا' وہ اس طرح کہ:

> ''اسلام سے قبل عرب و دیگر متمدن اقوام کے راوی حضرات نہ تو اخبار کے صحیح و سچا ہونے اور حق و واقع کے مطابق ہونے کی تحقیق کرتے تھے اور نہ ہی ان اخبار کے راویوں کے حالات کے بارے میں بحث و تمحیص کا اہتمام کرتے تھے۔ یہ لوگ تحقیق

روایت اور جرح و تعدیل کے فن سے ناآشنا تھے کیونکہ ان کے ہاں مرویات کی وہ قدر و قیمت اور رفعت وعظمت نہیں تھی جس طرح کہ اسلامی مرویات (احادیث نبویہ) کی تھی۔ اس لیے وہ ان کی تحقیق و تدقیق نہیں کیا کرتے تھے۔ اصل میں یہی وہ چیز ہے جس کی کمی و فقدان کے باعث ان کی اکثر اخبار و مرویات جو ہیں قصص و خرافات قسم کی باتوں پر مشتمل ہیں......"(۱۷)۔

جہاں تک مسلمان راویوں کا تعلق ہے تو انہیں معلوم تھا کہ حلال و حرام اور دیگر شرعی احکام کا قرآن مجید کے بعد دوسرا اساسی مصدر و منبع احادیث رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اس لیے انھوں نے آغاز ہی سے ان کے اخذ و تحمل اور روایت و اداء کے عمل میں انتہائی احتیاط برتی اور روایت و درایت کے ایسے اصول و قواعد وضع کیے کہ جن کی مسلمانوں کے علاوہ (ماضی و حال کی) دیگر اقوام و ملل میں مثال تک نہیں ملتی(۱۸)۔ ذیل میں احتیاط کے سلسلہ کی چند مثالیں ذکر کی جاتی ہیں:

۱۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ(متوفی۱۳ھ) کو قبول روایت کے سلسلہ میں محتاط روش اختیار کرنے میں اولیت حاصل ہے' چنانچہ حافظ ذھبی رحمہ اللہ(متوفی۷۴۸ھ) آپؓ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

"كان أول من أحتاط فى قبول الأخبار"(۱۹)۔

(وہ پہلے آدمی تھے جنھوں نے احادیث قبول کرنے میں احتیاط سے کام لیا)۔

۲۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ (متوفی۲۳ھ) کے حوال میں امام ذھبیؒ لکھتے ہیں کہ:

"**هو الذى سن للمحدثين التثبت فى النقل و ربما يتوقف فى خبر الواحد اذا ارتاب**"(۲۰).

(عمر رضی اللہ عنہ وہ ہستی ہیں جنھوں نے محدثین کے لیے روایت حدیث کے بارے میں تحقیق و تثبت کا اسلوب جاری فرمایا اور جب انہیں تردد ہوتا تو خبر واحد کے قبول کرنے میں توقف سے کام لیتے)۔

امام ذھبی رحمہ اللہ نے تذکرہ الحفاظ ہی میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے:

"**عليكم من الحديث بما كان فى عهد عمر رضى الله عنه فإنه كان قد اخاف الناس فى**

الحدیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"[۲۱]۔

(حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں جو حدیثیں رائج تھیں انہیں اخذ کرو کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضور ﷺ سے حدیث کی روایت سے ڈرا دیا تھا)۔

۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ ان کے سامنے کوئی شخص حدیث روایت کرتا تو اس سے قسم لیتے تھے[۲۲]۔

یہ مثالیں اور جو ان کے علاوہ اس باب سے متعلق ہیں[۲۳] واضح طور پر دلالت کرتی ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم احادیث کے نقل و روایت کے معاملہ میں کس قدر احتیاط سے کام لیتے تھے حتی کہ بعض کا تو یہ عالم تھا کہ قال رسول اللہ ﷺ جیسے الفاظ استعمال کرتے وقت ڈرتے تھے، چنانچہ ابو عمر الشیبانی رحمہ اللہ (متوفی ۹۸ھ) فرماتے ہیں کہ:

"میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ (متوفی ۳۲ھ) کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا تھا وہ خوف کے مارے قال رسول اللہ ﷺ کہہ کر حدیث بیان نہیں کرتے تھے۔ اگر کبھی قال رسول اللہ ﷺ کہہ کر حدیث بیان کرنے لگتے تو ان پر لرزہ طاری ہو جاتا، پھر کہتے: رسول اللہ ﷺ نے اس طرح فرمایا یا اس کی مثل فرمایا یا اس کے قریب قریب فرمایا"[۲۴]۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ محتاط روش کسی عدم اعتماد اور سوء ظن کا نتیجہ نہیں تھی بلکہ اس میں انتہائی احترام اور تقویٰ کار فرما تھا کہ سننے اور سمجھنے کی غلطی کی وجہ سے حضور ﷺ کی جانب کوئی غلط بات منسوب نہ ہو جائے۔ اکثر صحابہ کرامؓ کے پیشِ نظر تحمل و اداء کے عمل میں آپ ﷺ کا یہ فرمان رہتا:

"من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار"[۲۵]۔

(جو شخص قصداً میری جانب جھوٹی بات منسوب کرے تو اسے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لینا چاہیے)۔

اہتمام اجراءِ سند و ایجادِ صیغِ اداء

احادیث رسول اللہ ﷺ کو خارجی آمیزشوں سے مکمل طور پر پاک رکھنے، دوسروں سے اخذ کرنے پھر آگے بیان (اداء) کرنے میں مزید احتیاط برتنے اور صحیح وغیر صحیح میں حد فاصل برقرار رکھنے کی خاطر مسلمانوں نے "جو انتظامات کیئے ان میں سے ایک سند کا اجراء ہے اور دوسرا صیغِ اداء کی ایجاد۔

ان دو حفاظتی انتظامات نے شکوک و شبہات کی راہیں بند کر دیں' اور عقل سلیم رکھنے والوں کے لیے غیر متزلزل یقین و اطمینان حاصل کرنے کا سامان پیدا کر دیا''(۲۶)۔موضوع کی مناسبت سے یہاں صرف اداء حدیث کے لفظی اسالیب کے متعلقات کو بیان کیا جاتا ہے۔جہاں تک سند اور اس کے متعلقات کا تعلق ہے تو اسے ان شاء اللہ بعد میں الگ مقالہ کی صورت میں بیان کیا جائے گا:

ادائے حدیث کے لفظی اسالیب کی ایجاد

جب حدیث کی تدریس و تعلیم اور تدوین کا سلسلہ شروع ہوا اور وقت کی ضرورت کے مطابق باقاعدہ طور پر سند وجود میں آ گئی تو اب ایک نئی ضرورت نے سر اٹھایا۔ وہ ضرورت اسلوبِ تعلیم کے حوالے سے پیدا ہوئی۔

۱۔ ابتداء میں حدیث کی تعلیم کا طریقہ یہ تھا کہ شاگرد بیٹھ جاتے تھے' اور استاد بذات خود حدیث پڑھ کر انہیں سناتا تھا۔ اس صورت میں بعض اوقات طالب علم تنہا ہوتا جو اپنے استاد سے احادیث کا سماع کرتا اور کبھی بہت سے طلباء موجود ہوتے جو اپنے استاذ محترم سے احادیث سنتے۔

۲۔ بعد میں ایک نیا طریقہ وجود میں آیا جو اس کے بالکل برعکس تھا۔کبھی تو اکیلا شاگرد اپنے استاذ کو خود احادیث سناتا اور کبھی بہت سے طلباء اکٹھے ہو کر درس حدیث لیتے۔ حاضر طلباء میں سے ایک طالب علم احادیث پڑھتا اور باقی خاموشی سے سنتے۔

حصول تعلیم کے یہ چاروں طریقے مختلف تھے۔ اہل علم نے یہ معلوم کرنے کے لیے کہ اس نے کس طریقے اور اسلوب سے علم حاصل کیا' کچھ صیغے (الفاظ) مقرر کر دیئے' اور راوی کے لیے لازمی قرار دیا کہ وہ ان کی پابندی کرے تاکہ اصل صورت حال کا آسانی سے پتہ چل سکے۔ ہر اسلوب کے لیے مقرر کیئے گئے ان مختلف صیغوں کو''صیغ اداء'' کہتے ہیں..... جب کوئی راوی یہ صیغے استعمال کرتا تھا تو فوراً پتہ چل جاتا تھا کہ اس نے کس اسلوب سے حدیث حاصل کی ہے(۲۷)۔

صیغ اداء کے استعمال کا آغاز

اداء کے صیغ کو''الفاظ'' بھی کہتے ہیں اور''اصطلاحات سند'' بھی' ہم نے انہیں''ادائے حدیث کے لفظی اسالیب'' سے تعبیر کیا ہے۔ احادیث کی ادائیگی کے لیے ان اسالیب(اصطلاحاتِ سند) کے باقاعدہ آغاز کے زمانہ کا جہاں تک تعلق ہے تو مصادر سے پتہ چلتا ہے کہ یہ پہلی صدی ہجری کے نصف ثانی میں ہوا (یعنی ۵۰ھ کے بعد)۔ عالم اسلام کے نامور محقق ڈاکٹر فواد سزگین ان صیغ کے

متعلق بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''......اصطلاحات......جو سلسلہ ہائے اسناد میں وارد ہوئی ہیں......درحقیقت (یہ روایت حدیث کے تحریری) مصادر و مآخذ کا حوالہ مہیا کرتی ہیں (یعنی ان اصطلاحات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ روایت حدیث کی بنیاد تحریری مصادر پر ہی تھی)' اگرچہ بظاہر تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ روایت حدیث کی بنیاد شفوی (زبانی) مصادر پر تھی۔ ان اصطلاحات کا آغاز پہلی صدی ہجری کے نصف آخر میں ہوا''[۲۸]......یہ اصطلاحات ''أخبرنا'' اور ''سَمِعْتُ'' جیسے الفاظ سے عبارت ہوتی ہیں۔ ان (اصطلاحات) کے بہت قدیم ہونے کے باوجود یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے استعمال کرنے میں محدثین کے درمیان اتفاق نہیں پایا جاتا تھا۔ چنانچہ بعض محدثین نقل بالسماع (سن کر کسی حدیث کو نقل کرنے) کے لیے ''سَمِعْتُ'' کہنے کے عادی ہیں۔ بعض دوسرے محدثین کی عادت ہے کہ وہ نقل بالقرأۃ (نقل بذریعہ قرأت) کی صورت میں ''أخبرنا'' کی بجائے ''حدثنا'' کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ جب کہ دوسری صدی ہجری کے نصف ثانی میں (یعنی ۱۵۰ھ کے بعد) اکثر محدثین کے ہاں دونوں صورتوں میں ''أخبرنا'' کے استعمال کو بہتر سمجھا جاتا تھا۔ بہرحال ان دونوں صورتوں میں ان کے لیے ضروری تھا کہ وہ اس کی وضاحت کر دیں کہ سامع اکیلا تھا یا حلقۂ حدیث میں دوسروں کے ساتھ شامل تھا[۲۹] تاکہ پتہ چل جائے کہ انہوں نے کون سے اسلوب سے حدیث اخذ کی ہے۔

''کچھ عرصہ تک ان صیغ اداء (حدثنا' حدثنی' اخبرنا' أخبرنی وغیرہ) کی پابندی کی گئی مگر بعد میں جمہور محدثین نے یہ پابندی اٹھا دی' اور کافی حد تک راوی کو آزادی دے دی کہ وہ جو صیغہ چاہے استعمال کرے کیونکہ مقصود صرف یہ ہے کہ اپنے استاذ سے اس کا سماع ثابت ہو جائے۔ سماع کیسے ہوا؟ اس سے کوئی سروکار نہیں''[۳۰]۔

ان اصطلاحات (یعنی حدثنا' حدثنی' اخبرنا' اخبرنی' انبأنا' نبأنا' أجاز' کتب إلی اور عن) کے علاوہ دوسری اصطلاحات بھی رائج ہیں جیسے ''قال، ذَکَرَ، وَجَدْتُ''[۳۱]۔ دیگر اور تعبیرات بھی آئی ہیں جیسے ''حُدِّثْتُ، أُخْبِرْتُ اور رُوِیَ''. ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ''حدثت''کی اصطلاح پہلی صدی ہجری میں استعمال ہوتی تھی۔ امام طبری رحمہ اللہ (۲۲۴ھ۔۳۱۰ھ) نے اس ''حُدِّثْتُ'' کی اصطلاح کو ان مآخذ کے لیے استعمال کیا ہے جن سے انہوں نے ''وجَادَہ'' کے اسلوب سے استفادہ کیا ہے[۳۲]۔ راجح احتمال یہی ہے کہ امام طبریؒ نے اپنی تفسیر (جامع البیان عن تفسیر آی القرآن) اور تاریخ (تاریخ الأمم والملوک) میں کئی سو مآخذ و مصادر سے مواد اسی وجادہ کے اسلوب سے شامل کیا ہے[۳۳]۔ اگر اس

کتاب کے مؤلف کا زمانہ جس سے طبریؒ نے اقتباس کیا ہے پہلے کا ہو تو ایسے موقعہ پر "حُدِّثْتُ" کی اصطلاح سینکڑوں اسانید میں پہلے آئے گی(۳۴)۔ مثلاً: "حُدِّثْتُ عن عمار بن حسن قال: حدثنا عبدالله بن أبی جعفر عن أبیه عن ربیعة بن انس"۔ طبریؒ یہاں یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ اس سے علم تفسیر میں ربیعہ کی کتاب مراد ہے لیکن جب وہ بعد میں آنے والے مؤلف کی کتاب سے "وِجَادَہ" کے طریق پر مواد لیتے ہیں، جیسے ہشام ابن کلبی کی کتاب سے تو یہ استعارہ اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے: "حُدِّثْتُ عن هشام بن محمد"(۳۵)۔

تحمل حدیث کے اسالیب ثمانیہ کی ترتیب کے مطابق ادائے حدیث کے لفظی اسالیب بیان کرنے سے پہلے مناسب ہے کہ اداء کے مفہوم، اداء کے اسالیب کی اہمیت و افادیت کا استیعاب کیا جائے تاکہ کسی قسم کا ابہام نہ رہے:

اداء کا مفہوم

الف: لغوی مفہوم

لغت میں لفظ "اداء" کے معنی بیان کرنے، دے دینے اور پہنچانے وغیرہ کے ہیں(۳۶)۔

ب: اصطلاحی مفہوم

اصول حدیث کی اصطلاح میں محدثین حضرات کا اپنے شاگردوں کے سامنے مخصوص اسالیب (صیغ و الفاظ) کے ذریعے حدیث بیان کرنے کو "اداء" کہتے ہیں۔ علماء نے اداء کے اصطلاحی مفہوم کو اپنے اپنے انداز میں یوں بیان کیا ہے:

۱۔ محمد ابو شہبہ لکھتے ہیں: "الأداء هو رواية الحديث للغير۔ و هذا الغير يعرف عندالمحدثين بطالب الحديث"(۳۷)۔

(کسی غیر (دوسرے) کے لیے حدیث کا روایت کرنا اداء کہلاتا ہے۔ محدثین کے نزدیک یہ غیر طالب حدیث کے نام سے معروف ہے)۔

۲۔ ڈاکٹر نور الدین فرماتے ہیں: "اداء الحديث! هو تبليغه و القاؤه للطالب بصورة من صور الأداء"(۳۸)۔

(اداءِ حدیث سے مراد صورِ (صیغ، الفاظ) اداء میں سے کسی صورت کے ذریعہ طالب

حدیث تک حدیث کا پہنچانا اور اس کے سامنے اسے بیان کرنا ہے)۔

۳۔ ڈاکٹر محمود طحان لکھتے ہیں: "الاداء: رواية الحديث و اعطاؤه لطلابٍ"(۳۹)۔

(اداء کا معنی طالب علموں کے لیے حدیث کا روایت کرنا اور اسے ان تک پہنچانا ہے)۔

اسالیب اداء کا وسیع مفہوم

اداء کے طور پر روایت کے اسالیب کا مفہوم بہت وسیع و عمیق ہے۔ جس کے کما حقہ نہ سمجھنے کے باعث قاری مغالطے کا شکار ہو جاتا ہے اور یہ تصور کر لیتا ہے کہ یہ اسالیب (صیغ' الفاظ' اصطلاحات) تو احادیث کے محض زبانی طور پر منتقل ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ اس اُمر کی مزید وضاحت ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی کے بیان کردہ حسب ذیل مفہوم سے ہوتی ہے، وہ لکھتے ہیں:

''حدیث کا طالب علم جب احادیث نبویہ کی کتب کا مطالعہ کرتا ہے تو وہ اسانید احادیث میں استعمال ہونے والے کلمات (الفاظ) جیسے ''حَدَّثَنَا وَ اَخْبَرَنَا'' وغیرہ کو دیکھتے ہی یہ خیال کر بیٹھتا ہے کہ یہ ساری احادیث تحریری نہیں بلکہ زبانی طور پر منتقل ہوتی رہی ہیں۔ اس ضمن میں اس کی دلیل اسانید میں بار بار استعمال ہونے والا لفظ ''حَدَّثَنَا'' ہوتا ہے۔ ان اصطلاحات کے وسیع و عمیق مفہوم کے عدم فہم کی وجہ سے بعض محققین بالخصوص مستشرقین بہت بڑی بڑی غلطیوں کا شکار ہوئے ہیں''(۴۰)۔ مثلاً: بعض کہتے ہیں کہ صحاح ستہ میں مدونہ احادیث کو ان کے مؤلفین نے پہلی بار احاطہ تحریر میں لایا ہے۔ اس سے قبل یہ احادیث صرف زبانی طور پر منتقل ہوتی رہی ہیں۔

پروفیسر منجانا نے تو یہاں تک کہہ ڈالا ہے کہ اداءِ حدیث کے صیغے جیسے ''حَدَّثَنَا وَ أَخْبَرَنَا'' وغیرہ صرف زبانی تحدیث پر دلالت کرتے ہیں۔

ان کے برعکس جرمن مستشرق اسپرنگر پہلا محقق ہے جس نے واضح طور پر آگاہ کیا ہے کہ یہ الفاظ محض زبانی تحدیث پر ہی دلالت نہیں کرتے(۴۱)۔ اس کے بعد لفظ ''حَدَّثَنَا'' کے وسیع المفہوم ہونے کی تائید میں لکھتے ہیں کہ:

''حقیقت میں ''حَدَّثَنَا'' کا جو لفظ ہے اداءِ حدیث کے لیے اس کے استعمال کا مفہوم اکثر محققین کے قائم کردہ مفہوم سے بہت زیادہ وسعت کا حامل ہے۔ محدثین حضرات اسے ان صورتوں میں استعمال کرتے تھے: جب شیخ اپنے شاگردوں کے سامنے حدیث کی کوئی

کتاب پڑھے' یا ان کے سامنے زبانی طور پر حدیث بیان کرے' یا اپنی کتاب یا اپنے ذہن سے انہیں املاء کرائے یا طالب علم اپنے شیخ کے سامنے کتاب سے یا اپنے ذہن سے پڑھے۔ ہاں بعض محدثین حضرات نے "حَدَّثَنَا" کو شیخ سے سننے اور "أَخْبَرَنَا" کو شیخ کے سامنے پڑھنے کی صورت میں استعمال کے لیے خاص کر رکھا تھا' مگر اس آخری صورت میں بعض محدثین کے نزدیک "حَدَّثَنَا" کا استعمال بھی ہو سکتا تھا"(۴۲)۔

ادائے حدیث کے لفظی اسالیب کی اہمیت

ادائے حدیث کے لیے جو لفظی اسالیب استعمال ہوتے ہیں ان کی اہمیت بہت زیادہ ہے کیونکہ مقبول و مردود حدیث کی پہچان اور ان دونوں میں حد فاصل قائم کرنے میں ان کا کردار بنیادی نوعیت کا ہے' وہ اس طرح کہ:

۱۔ ان لفظی اسالیب سے تحملِ حدیث کے اس اسلوب کا علم ہوتا ہے جس اسلوب کے تحت راوی نے حدیث کو حاصل کیا ہوتا ہے۔ اب اگر حصولِ حدیث کا طریقہ صحیح نہ ہو بلکہ ناقص ہو تو قبولیتِ حدیث کی شرائط میں سے ایک شرط میں خلل واقع ہو جائے گا۔

۲۔ تحمل حدیث کے اسالیب میں سے اگر راوی کسی ایسے اسلوب کے ذریعہ سے حدیث اخذ کرتا ہے جو درجہ کے لحاظ سے اعلیٰ نہیں' مگر ادائے حدیث کے وقت ان صیغوں کو استعمال کرتا ہے جو درجہ کے لحاظ سے اعلیٰ اسلوب میں استعمال ہوتے ہیں جیسے اسلوب اجازت میں "حَدَّثَنَا" و"أَخْبَرَنَا" کے الفاظ کا استعمال کرنا۔ جو راوی ایسا کرے گا وہ مدلس ہو گا۔ شاید بعض علماء نے اسی وجہ سے ایسے راوی کو تہمت کذب سے متصف کیا ہے مثلاً:

احمد بن محمد بن ابراہیم سمرقندی نے ان بہت ساری احادیث کو روایت کرتے وقت تدلیس سے کام لیا ہے اور انہیں اداء کرتے وقت "حَدَّثَنَا" جیسے الفاظ کو استعمال کیا' اور ایسا کرنا تدلیس ہے۔

اسی طرح اسحاق بن راشد الجزری نے کیا کہ وجادہ کے اسلوب کے ذریعہ حاصل شدہ احادیث کی ادائیگی کے وقت "حدثنا" کا استعمال کیا' تو اسی وجہ سے علماء اصول نے اسے مدلیسن میں شمار کیا ہے(۴۳)۔

ادائے حدیث کے لفظی اسالیب

ادائے حدیث کے اسالیب کے تاریخی پس منظراور ان کی اہمیت بیان کرنے کے بعد ذیل میں تحمل حدیث کے اسالیبِ ثمانیہ میں سے ہر ایک اسلوب پر حاصل ہونے والی احادیث کو اداء

(روایت) کرتے وقت استعمال ہونے والے الفاظ (ادائے حدیث کے لفظی اسالیب) کو بیان کیا جاتا ہے:

پہلا اسلوب

السماع من لفظ الشیخ (شیخ کے الفاظ میں سننا):اس اسلوب کے ذریعہ حاصل شدہ احادیث کو اداء یعنی آگے منتقل کرنے کی خاطر علماء اصول حدیث نے جن اسالیب (الفاظ یا صیغوں) کو وضع کیا ہے ان کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

۱۔ تحمل حدیث کے اسالیب میں سے ہر ایک اسلوب کے الگ الگ اداء کے اسالیب کی تخصیص کے رائج ہونے سے قبل طالب حدیث کے لیے جائز تھا کہ وہ اپنے شیخ (استاذ) سے سنی ہوئی احادیث کو آگے منتقل کرتے وقت یوں کہے: "**سمعت أو حدثنی أو أخبرنی أو أنبأنی أوقال لی أو ذکرلی**". (میں نے سنا' یا شیخ نے مجھ سے بیان کیا' یا شیخ نے مجھے خبر دی' یا شیخ نے مجھ سے کہا' یا شیخ نے مجھ سے ذکر کیا)۔

۲۔ جب کہ تحمل حدیث کے اسالیب میں سے ہر ایک اسلوب کے لیے الگ الگ اسالیب اداء کی تخصیص کے رائج ہو جانے کے بعد شاگرد کے لیے اپنے استاذ کے الفاظ کو دوسروں تک منتقل کرنے کے لیے علماءِ اصولِ حدیث نے درج ذیل اسالیبِ اداء متعین فرما دیئے:

الف: سماع کے لیے: **سمعت أو حدثنی** (میں نے سنا) یا شیخ نے مجھ سے بیان فرمایا)۔

ب: اسلوب قرأت کے لیے: **أخبرنی** (شیخ نے مجھے خبر دی)۔

ج: سماع مذاکرہ یعنی مذاکرہ سننے کے لیے: **قال لی أو ذکر لی** (شیخ نے مجھے فرمایا' یا شیخ نے مجھ سے ذکر فرمایا)(۴۴)۔

واضح رہے کہ سماع مذاکرہ اور سماع تحدیث میں فرق ہے' وہ اس طرح کہ "سماع تحدیث میں استاذ اور شاگرد دونوں مجلس تحدیث میں حاضر ہونے سے پہلے بیان ہونے والی احادیث کی ترتیب و ضبط کے سلسلے میں پوری طرح تیاری کرتے ہیں جب کہ سماع مذاکرہ میں اس قسم کی کوئی تیاری نہیں ہوتی"(۴۵)۔

صیغوں کے استعمال کے مواقع

حدیث کے راوی حضرات تعداد کے لحاظ سے اداء کے اسالیب (صیغ) استعمال کرتے ہیں۔ اگر

راوی ایک ہو تو اس موقع پر واحد کا صیغہ اور اگر زیادہ ہوں تو جمع کا صیغہ استعمال کرتے ہیں، ہر ایک حالت کی تفصیل اس طرح ہے:

۱۔ جب راوی نے شیخ سے اکیلے حدیث سنی ہو تو "سمعت" یا "حدثنی" اور جب دوسرے رفقاء کی موجودگی میں سنی ہو تو "سمعنا" یا "حدثنا" کہے گا۔

۲۔ جب راوی اکیلا استاذ کو حدیث پڑھ کر سنائے تو "اَخبَرَنِیْ" اور جب اس (روای) کے دوسرے رفقاء میں سے کوئی شیخ الحدیث (استاذ) کو پڑھ کر سنائے تو اس صورت میں "اَخبَرَنَا" کہے گا۔

ان صورتوں کی مزید وضاحت امام مالک رحمہ اللہ (متوفی ۱۷۹ھ) کے شاگرد عبداللہ بن وہب رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۷ھ) کے حسب ذیل قول سے ہو جاتی ہے، وہ فرماتے ہیں:

"۱۔ جب میں استاذ سے اکیلا حدیث سنوں تو اس صورت میں "حَدَّثَنِی" کہوں گا۔

۲۔ جب دوسرے ساتھیوں کی موجودگی میں استاذ سے حدیث سنوں تو اس صورت میں "حَدَّثَنَا" کہوں گا۔

۳۔ جب میں اکیلا استاذ کو حدیث پڑھ کر سناؤں تو اس حالت میں "اَخبَرَنِیْ" کہوں گا۔

۴۔ مگر جب میرا کوئی رفیق (ساتھی) استاد کو پڑھ کر سنائے اور میں سنوں تو اس صورت میں "اَخبَرَنَا" کہوں گا" "اَخبَرَنِیْ"۔[۴۶]

امام نووی رحمہ اللہ نے صحیح مسلم کی شرح کرتے ہوئے بیان فرمایا کہ:

"امام مسلم رحمہ اللہ اسناد میں کہیں "حَدَّثَنَا" اور "أَخبَرَنَا" کہتے ہیں اور کہیں "حَدَّثَنِیْ" اور أَخبَرَنِیْ". اس سے امام مسلم رحمہ اللہ کی حدیث کی روایت میں کمال نوعیت کی احتیاط معلوم ہوتی ہے۔ جب امام مسلمؒ نے اکیلے کسی شیخ سے حدیث سنی ہو یا اکیلے پڑھ کر سنائی ہو تو "حَدَّثَنِیْ" اور "أَخبَرَنِیْ" کا اسلوب اختیار کرتے ہیں اور جب دیگر لوگوں کے ساتھ آپؒ نے حدیث سنی یا خود پڑھ کر سنائی ہو تو "حدثنا" اور "أَخبَرَنَا" کے صیغے یا الفاظ استعمال کرتے ہیں"۔[۴۷]

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۴ھ) کے نزدیک حدیث اداء (بیان) کرتے وقت مفرد صیغہ (یعنی حَدَّثَنِی وَ أَخبَرَنَا) سب سے بہتر ہے کیونکہ جمع کے صیغوں (یعنی حَدَّثَنَا وَ أَخبَرَنَا) میں اس

بات کا احتمال ہوتا ہے کہ راوی کے ساتھ متعدد لوگ شریک ہوں اور استاذ نے قصداً اس کو حدیث نہ سنائی ہو۔ اس کے برعکس مفرد کے صیغہ میں استاذ قصداً سامع کو حدیث سناتا ہے (اور اس کے ساتھ کوئی دوسرا شامل نہیں ہوتا)(٤٨)۔

درجاتِ اسالیب

تحمل حدیث کے اس اسلوب پر حاصل ہونے والی مرویات کو ادائیگی کے وقت جن جن لفظی اسالیب کو استعمال کیا جاتا ہے' علماءِ اصولِ حدیث نے ان کے مختلف درجات و مراتب متعین کر رکھے ہیں۔ ذیل میں انہیں مراتب کی ترتیب کے لحاظ سے بیان کیا جاتا ہے:

١۔ اکثر محدثین جیسے اہلِ سنت میں سے خطیب بغدادیؒ و ابن حجرؒ وغیرہ اور شیعہ میں سے زین الدین العاملی "سمعت" کے صیغہ کو باقی تمام صیغوں کے مقابلہ میں ترجیح دیتے ہیں کیونکہ مودی "سمعت" صرف اسی صورت میں بولے گا جب اس نے خود شیخ سے براہ راست حدیث سنی ہو۔ سند کے دوران جب بھی "سمعت" کا لفظ آ جائے تو یہ واضح طور پر استاذ اور شاگرد کے درمیان کسی واسطے کے نہ ہونے پر دلالت کرتا ہے نیز اس لفظ میں ضبط و تحفظ بھی خوب ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ درجہ کے لحاظ سے "سمعت" باقی تمام اسالیب (الفاظ) اداء سے اعلیٰ و ارفع ہے(٤٩)۔

علامہ ابن الصلاحؒ اور بعض شیعہ حضرات کے نزدیک "حدثنا" و "أخبرنا" کا درجہ "سمعت" سے اعلیٰ ہے کیونکہ ان دونوں لفظوں میں اس بات کی دلالت ہے کہ شیخ نے شاگرد کے سامنے حدیث روایت کی اور اس سے مخاطب ہوا جب کہ "سمعت" اس بات پر دلالت نہیں کرتا(٥٠) لیکن بعض اہل علم حضرات "حدثنا" کو اجازت کے اسلوب میں استعمال کرتے تھے۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ م (١١٠ھ) سے روایت ہے کہ وہ کہا کرتے تھے "حَدَّثَنَا أَبُوْهُرَيْرَةَ رضی الله عنه......". ابن الصلاح نے یہ جو ذکر کیا ہے کہ بعض علماء نے حسن بصریؒ کا ابو ہریرہؓ سے سماع ثابت کیا ہے تو حافظ العراقیؒ نے اس سماع کی تضعیف کی ہے(٥١)۔

٢۔ پھر "سمعت" کے بعد "حدثنا و حدثنی" کا درجہ ہے کیونکہ "حدثنی" کا لفظ کبھی براہ راست سماع کے بجائے ایسی اجازت پر بھی بولا جا سکتا ہے جس میں تدلیس(٥٢) مضمر ہو(٥٣)۔

٣۔ اس کے بعد "أخبرنا و أخبرنی" کا درجہ ہے۔

٤۔ پھر "أنبأنا و نبأنا" اور أنبأنی و نبأنی کا درجہ ہے۔ یہ الفاظ "حدثنا وأخبرنا" کے قریب قریب

ہیں مگر پہلے دونوں الفاظ (یعنی أنبأنا و نبأنا) قلیل الاستعمال ہیں اور ''أخبرنا'' کثیر الاستعمال (٥٤)۔

٥۔ اس کے بعد ''قال لنا فلان و قال لی فلان'' اور ''ذکر لنا فلان و ذکرلی فلان'' کے الفاظ کا رتبہ ہے۔ ان الفاظ میں سے آخری دونوں لفظوں (یعنی ذکر لنا فلان و ذکرلی فلان) کا استعمال اس وقت زیادہ بہتر ہوگا جب حدیث کا سماع تدریسی حالت میں نہ ہو بلکہ مذاکرہ کی حالت میں ہو۔

اگر کوئی راوی ان الفاظ میں سے لفظ ''لنا ولی'' کو حذف کر کے صرف ''قال فلان یا ذکر فلان'' کہہ دے تو ما قبل الفاظ (یعنی ''قال لنا فلان و ذکر لنا فلان'' کے مقابلہ میں ان کا درجہ کم ہو جائے گا (٥٥) کیونکہ ان الفاظ میں تدلیس کا احتمال موجود ہوتا ہے حماد اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''إنی أکره إذا کنت لم أسمع من ایوب (السختیابی) حدیثا أن أقول (قال أیوب کذا کذا) فیظن الناس أنی قد سمعته منه'' (٥٦).

(جب میں نے ایوب سختیابی سے کوئی حدیث نہ سنی ہو تو میں یہ کہنا پسند نہیں کرتا کہ ''قال أیوب کذا و کذا'' اس لیے کہ لوگ یہ سمجھیں گے کہ میں نے ان سے بذات خود سنا ہے)۔

یہ تمام الفاظ اہل لغت کے نزدیک حدیث سنانے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں اور اُصل میں یہ (الفاظ) ''سمعت فلاناً قال: سمعت فلاناً'' کی طرح ہیں (یعنی استعمال کے لحاظ سے ان میں اور ان میں کوئی فرق نہیں ہے)۔ نقاد حدیث کے نزدیک ان میں جو بھی فرق ہے وہ صرف عرف و عادت کے طور پر ہے (٥٧)۔

لیکن نقاد حدیث ایسے صیغوں کو ترجیح دیتے ہیں جن میں ابہام و التباس کا شائبہ نہ ہو۔ اس لیے وہ فرماتے ہیں کہ راوی کو یہ بیان کر دینا چاہیے کہ اس نے اپنے استاذ سے حدیث کا سماع کیسے کیا۔ چنانچہ محدث (شیخ) کے الفاظ میں شاگرد (راوی) نے حدیث سنی ہو تو اسے ''حدثنا'' کہنا چاہیے۔ اور جب شاگرد (راوی) محدث (شیخ) کو پڑھ کر سنائے تو شاگرد ''قرأت'' کا لفظ بولے۔ اور جب شاگرد کا کوئی اور ساتھی استاذ کو پڑھ کر سنا رہا ہو تو ایسی صورت میں ''قرئ علیه و أنا أسمع'' کہے (٥٧)۔

دوسرا اسلوب

القرأة علی الشیخ (شیخ کے سامنے قرأت کرنا): اس اسلوب پر جو روایت ہو گی اسے شاگرد (راوی) روایت کرتے وقت جن اسالیب (صیغ و الفاظ) کو استعمال کر سکتا ہے، ائمہ محدثین نے موقع ومحل کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کے حسب ذیل درجات بیان فرمائے ہیں:

۱۔ اعلی درجہ کے الفاظ: جب شاگرد بذات خود حدیث پڑھے اور استاذ (محدث) سنے تو اس صورت میں حدیث بیان کرتے وقت کہے: "**قرأت علی فلانٍ**" (میں نے فلاں شیخ کے سامنے پڑھا)۔ اور جب راوی خود نہ پڑھے بلکہ اس کا کوئی ساتھی استاذ کے سامنے پڑھے اور یہ راوی سنے تو اس صورت میں حدیث روایت کرتے وقت کہے: "**قُرِئَ عَلَی فُلَانٌ وَ أنَا أسْمَعُ فَأقَرَّ**" (فلان شیخ کے سامنے پڑھا جا رہا تھا اور میں سن رہا تھا پھر شیخ نے اس کی توثیق فرما دی)(۵۹)۔

۲۔ پھر مذکورہ الفاظ کے قریب قریب درجہ ان الفاظ کا ہے:

الف: "**حدثنا فلان بقرأتی علیه أو قرأة علیه و أنا أسمع**" (ہم سے فلاں شیخ نے حدیث بیان کی جب کہ میں قرأت کر رہا تھا یا فلاں کے سامنے قرأت کی جا رہی تھی اور میں سن رہا تھا)۔

ب: "**أخبرنا فلان بقرأتی أو قرأة علیه و أنا أسمع**" (ہم کو فلاں نے خبر دی جب کہ میں پڑھ رہا تھا یا اس کے سامنے پڑھا جا رہا تھا اور میں سن رہا تھا)۔

ج: "**أنبأنا أو نبأنا فلان بقرأتی أو قرأة علیه و أنا أسمع**" (ہم کو فلاں نے مطلع کیا اس صورت میں کہ میں پڑھ رہا تھا یا اس کے سامنے پڑھا جا رہا تھا اور میں سن رہا تھا)۔

د: "**قال لنا فلان قرأة علیه**" (فلاں شیخ نے اس وقت فرمایا جب اس کے سامنے حدیث پڑھی جا رہی تھی)(۶۰)۔

اکثر محدثین اس کو جائز قرار دیتے ہیں کہ شاگرد حدیث بیان کرتے وقت یوں کہے: "**حدثنا الشیخ قرأة علیه**" یا یوں کہے: "**أخبرنا قرأة علیه**" یا اس طرح کہے: "**سمعت من الشیخ قرأة علیه**". مگر "**قرأة علیه**" کی قید ضروری ہے کیونکہ ان الفاظ کے ذکر نہ کرنے سے یہ سمجھا جائے گا کہ شاید استاذ نے شاگرد کو پڑھ کر سنایا ہو۔ اس صورت کو "سماع" کہتے ہیں اور یہ تحمل حدیث کی صورتوں میں سے اعلی صورت ہے(۶۱)۔

"القرأة علی الشیخ" کے اسلوب پر حاصل شدہ حدیث کو (اپنی یا غیر کی قرأت کی تفصیل کیے بغیر) صرف "حدثنا و أخبرنا" کے صیغوں کے ذریعہ اداء یعنی روایت کرنے کا جہاں تک تعلق ہے تو اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے، جسے ذیل میں مختصراً بیان کیا جاتا ہے:

۱۔ بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ "قرأت" کی تفصیل کیے بغیر ان دونوں صیغوں کو روایت کے وقت استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔

۲۔ اور بعض فرماتے ہیں کہ ایسا کرنا جائز ہے یعنی تفصیل "قرأت" کے بغیر ہی صرف "حدثنا و أخبرنا" کو بوقت اداءِ حدیث استعمال کیا جا سکتا ہے۔

۳۔ جب کہ بعض علماء حدیث ادائے حدیث کے ان دونوں لفظوں (حدثنا و أخبرنا) کے استعمال میں قرأت کی تقیید کے لحاظ سے فرق کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ:

الف: "أخبرنا" کا استعمال تقیید قرأت کے بغیر جائز ہے۔

ب: لیکن "حدثنا" کا استعمال بغیر اس تقیید کے جائز نہیں ہے۔ گویا اول الذکر صیغے کو لفظ "قرأت علیه" کے بغیر اداءِ حدیث کے وقت استعمال کیا جا سکتا ہے اور ثانی الذکر صیغے کو لفظ "قرأت" کے بغیر روایت حدیث کے وقت استعمال نہیں کیا جا سکتا(۶۲)۔

ڈاکٹر محمود طحان نے "القرأة علی الشیخ" کے اسلوب کے لیے اداءِ حدیث کے اسالیب (الفاظ) کی جو ترتیب قائم کی ہے اس بحث کو سمیٹتے ہوئے اسے خلاصہ کے طور پر پیش کیا جاتا ہے:

۱۔ أحوط یعنی سب سے زیادہ محتاط الفاظ: "قرأت علی فلانٍ" (میں نے فلاں کے سامنے پڑھا) یا "قری علیه و أنا أسمع فأقربه" (شیخ کے سامنے پڑھا گیا اور میں سن رہا تھا پھر شیخ نے توثیق کر دی)۔

۲۔ ایسے الفاظ جن کا اطلاق جائز ہے: اس کی صورت یہ ہے کہ سماع پر دلالت کرنے والے الفاظ کو لفظ "قرأت" کے ساتھ مقید کر دیا جائے مثلاً "حدثنا قرأة علیه" (شیخ نے ہم سے اس صورت میں حدیث بیان کی کہ یہ حدیث اس کے سامنے پڑھی گئی)۔

۳۔ ایک اور شائع (مشہور، رائج) لفظ جس پر کثیر محدثین کا عمل ہے اور وہ لفظ صرف "أخبرنا" یعنی شیخ نے ہمیں خبر دی ہے(۶۳)۔ اس لفظ کو راوی اس وقت استعمال کرے گا جب وہ اکیلا نہ ہو اور اگر اکیلا ہو تو "أخبرنی" کہے گا جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

ڈاکٹر محمود طحان کی اس ترتیب کو صرف تین لفظوں میں بیان کیا جا سکتا ہے: اُحوطؔ جائز اور رائج۔

تیسرا اسلوب

الإجازة: اس کا مطلب ہے اجازت دینا۔ تحمل حدیث کے اس اسلوب سے حاصل ہونے والی حدیث کو راوی روایت کرتے وقت جن لفظی اسالیب کو استعمال کرتا ہے وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ "أجازلی فلان" (مجھے فلاں شیخ نے اجازت دے دی)۔ راوی حدیث کے لیے یہ الفاظ درجہ کے لحاظ سے سب سے بہتر ہیں۔

۲۔ جو الفاظ تحمل حدیث کے پہلے دو اسالیب (سماع و قرأت) پر دلالت کرنے والے ہوں انہیں لفظ "اجازت" کے ساتھ مقید کر دیا جائے مثلاً راوی ادائے حدیث کے وقت یوں کہے: "حدثنا اجازة أو أخبرنا اجازة" (شیخ نے ہم سے اسلوب اجازت کی صورت میں حدیث بیان کی یا شیخ نے ہمیں اسلوب اجازت کی صورت میں خبر دی)۔ محدثین حضرات نے اسلوب اجازت میں ادائے حدیث کے ان الفاظ کو جواز کے الفاظ کہا ہے۔

۳۔ "أنبأنا" (ہمیں خبر دی): یہ متاخرین علماء کرام میں سے ایک جماعت کی اصطلاح ہے۔ اسے کتاب "الوجازة فی تجویز الإجازة" کے مؤلف أبو العباس الولید بن بکرالمعمری رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے۔ اور لوگوں کے نزدیک یہ معمول بہ ہے۔ اور متقدمین علماء کے ہاں معروف ہے کہ "أنبأنا" کا صیغہ "أخبرنا" کے قائم مقام ہے۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے شعبہ رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ اس نے اجازت میں ایک بار "أنبأنا" اور ایک بار "أخبرنا" کے صیغہ کو استعمال کیا[۶۴]۔

مختصر یہ کہ زیر بحث اسلوب سے حاصل ہونے والی روایت کو راوی ان الفاظ کے ذریعہ اداء کر سکتا ہے: (أجازنی أو اجازنا فلان)' (حدثنا فلان إجازة)' (أخبرنی أو أخبرنا فلان إجازةً). یہ ایسے الفاظ ہیں جو کیفیت کو ظاہر کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ تحمل حدیث کے اسلوبِ اجازت کے ذریعہ روایت حاصل ہوئی ہے۔ یہ افادیت لفظ "اجازت" بڑھا دینے میں مضمر ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

چوتھا اسلوب

المناولة (مناولت): اس سے مراد یہ ہے کہ "استاذ شاگرد کو کوئی کتاب یا لکھی ہوئی حدیث دے

کر کہے کہ اس کو میری طرف سے روایت کیجئے''(۶۵)۔

اس اسلوب سے حاصل ہونے والی حدیث کو اداء یعنی آگے منتقل کرتے وقت راوی جن اسالیب (صیغ و الفاظ) کو استعمال کر سکتا ہے وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ "نَاوَلَنِيْ" (اس شیخ نے مجھے دیا): اور جب مناولت کے ساتھ استاذ نے شاگرد کو روایت کی اجازت بھی دی ہو تو وہ اس طرح کہے گا: "ناولني و اجازلي" (اس نے مجھے کتاب دی اور (اسے روایت کرنے کی) مجھے اجازت بھی دی)۔ محدثین حضرات نے ان الفاظ کو سب سے بہتر قرار دیا ہے۔

۲۔ بعض محدثین حضرات مناولت کے اسلوب سے حاصل کی ہوئی حدیث روایت کرتے وقت "حدثنا و أخبرنا" کے صیغوں کے استعمال کو جائز قرار دیتے ہیں' لیکن جمہور محدثین کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ ان دونوں لفظوں یا صیغوں کے ساتھ "مناولة" کے لفظ کا اضافہ کیا جائے تاکہ پتہ چل سکے کہ حدیث کو مناولت کے اسلوب پر روایت کیا جا رہا ہے مثلاً یوں کہے: "حدثنا مناولة أو أخبرنا مناولة و إجازة" (شیخ نے ہمیں مناولت کی صورت میں (یعنی مناولت کے طور پر) حدیث بیان کی) یا (شیخ نے ہمیں مناولت مع اجازت کی صورت میں خبر دی)(۶۶)۔

اس اسلوب سے ملی ہوئی روایت کو اداء کرنے کے لیے جہاں تک صرف "حدثنا و أخبرنا" کے صیغوں کے استعمال کا تعلق ہے تو علمائے اس بارے میں مختلف الخیال ہیں:

۱۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کا استعمال لفظ ''مناولت'' کے بغیر جائز ہے۔

۲۔ لیکن جمہور محدثین کہتے ہیں کہ ان کے ساتھ لفظ ''مناولت'' کو ضرور لگایا جائے تاکہ کیفیت کا پتہ چل جائے کہ فلاں حدیث کو مناولت کے اسلوب پر روایت کیا جا رہا ہے(۶۷)۔

پانچواں اسلوب

الکتابة (کتابت یعنی لکھ لینا): اس اسلوب سے راوی جس حدیث کو حاصل کرے اسے اداء یعنی روایت کرتے وقت یہ الفاظ استعمال کرے:

۱۔ "کتب إلي فلانٌ" (فلاں شیخ (یا کاتب) نے میری طرف لکھا)۔ اس طرح بولنے سے کتابت کی صراحت ہو جائے گی۔

۲۔ "حدثني فلان أو أخبرني فلان" اور اسی طرح "حدثنا فلان اور أخبرنا فلانٌ" کو لفظ ''کتابت'' یا

''مکاتبت'' کے ساتھ مقید کرتے ہوئے استعمال کیا جائے تاکہ صرف سماعت و قرأت کے اسالیب پر دلالت نہ ہونے پائے مثلاً یوں کہے: ''حدثنی فلان کتابة أو مكاتبة'' (مجھ سے فلاں نے تحریری طور پر حدیث بیان کی) یا ''أخبرنی فلانٌ كتابة'' (فلاں نے مجھے تحریری صورت میں خبر دی)۔ باقی صیغوں کے ساتھ بھی اسی طرح لفظ ''کتابت'' کا اضافہ کیا جائے(۶۸)۔

چھٹا اسلوب

الإعلام (شیخ اپنے شاگرد کو مطلع کرے کہ یہ حدیث یا یہ کتاب میں نے اپنے شیخ سے سنی ہے): تحمل حدیث کے اس اسلوب سے حاصل ہونے والی احادیث کو اداء کرتے وقت مودِّی (راوی) یوں کہے گا: ''أعلمني شيخي بكذا'' (میرے شیخ نے یہ حدیث مجھے اس طرح بتائی ہے) یا ''أخبرني شيخي إعلاماً'' (میرے شیخ نے مجھے اِعلام کے طور پر خبر دی) یا ''حدثني شيخي بالإعلام'' (میرے شیخ نے اِعلاماً مجھ سے حدیث بیان فرمائی)(۶۹)۔

ساتواں اسلوب

الوصية (وصیت کرنا): جو احادیث بصورت وصیت شاگرد کو ملی ہوں انہیں اداء یعنی بیان کرتے وقت وہ ان اسالیب (الفاظ) کو استعمال کرے گا: ''أوصى إلى فلان بكذا أو حدثني فلان وصية أو أخبرني فلان وصية'' (فلاں شیخ نے مجھے یہ وصیت فرمائی یا فلان شیخ نے مجھ سے وصیت کے طور پر یہ حدیث بیان فرمائی یا فلاں شیخ نے وصیت کی صورت میں مجھے خبر دی)(۷۰)۔

آٹھواں اسلوب

الوجادة (پا لینا): تحمل حدیث کے اس آخری اسلوب سے حاصل ہونے والی مرویات کو اداء یعنی آگے منتقل کرتے وقت شاگرد (مودِّی) ان الفاظ (اسالیب اداء) کو استعمال کرے:

۱۔ ''وجدت بخط فلان'' (میں نے اس حدیث یا کتاب کو) فلاں شیخ کے خط (ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریر) کی صورت میں پایا ہے)۔

۲۔ یا ''قرأت بخط فلانٍ'' (میں نے (اس حدیث یا کتاب حدیث) کو فلاں شیخ کی تحریر میں پڑھا)۔

۳۔ یا ''في كتابه (فلان) بخط حدثنا فلانٌ'' (فلاں شیخ کی اپنے خط سے لکھی ہوئی اس کی اپنی کتاب میں تحریر تھا کہ ہم سے فلاں شخص نے حدیث بیان کی)۔

۴۔ یا ''في كتاب فلان بخطه: أخبرنا فلان بن فلان'' (فلاں کی کتاب میں اس کے اپنے خط میں

تحریر ہے کہ فلاں بن فلاں نے ہمیں خبر دی)۔

ان الفاظ (اسالیب، اصطلاحات، صیغ) کے کہنے کے بعد راوی اسناد اور متنِ حدیث بیان کر دے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (متوفی۲۴۱ھ) کا اسلوب یہی تھا۔ وہ اکثر یوں فرماتے کہ میں نے اپنے والد کی تحریر کو دیکھا کہ فلاں شخص نے مجھے حدیث سنائی۔اس کے بعد اپنی مسند میں حدیث کی پوری عبارت نقل فرماتے ہیں(۷۱)۔

ادائے حدیث کے ان الفاظ کو راوی صرف ایسی صورت میں استعمال کر سکتا ہے جب کہ اسے پورا وثوق (اعتماد) ہو کہ یہ حدیث یا کتابِ حدیث واقعی فلاں شیخ کی تحریر کردہ ہے (یعنی اس کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے)۔ اس کے برعکس اگر اسے اعتماد نہ ہو (یعنی بے یقینی کی حالت پیدا ہو جائے کہ پتہ نہیں یہ اس کی تحریر ہے بھی یا کہ نہیں ہے) تو ایسی صورت حال میں اسے یوں کہنا چاہیے:

۱۔ "بلغني عن فلان" (مجھے فلاں کی طرف سے (یہ روایت) پہنچی ہے)۔
۲۔ یا "وجدت عن فلانٍ" (میں نے فلاں کی طرف سے (اس طرح لکھا ہوا) پایا)۔
۳۔ یا "قرأت في كتاب: أخبرني فلان أنه بخط فلانٍ" (میں نے کتاب میں یوں پڑھا: فلاں نے خبر دی کہ وہ فلاں کی تحریر ہے)۔
۴۔ یا "ظننت أنه خط فلانٍ" (میں نے گمان کیا یہ فلاں شیخ کی تحریر ہے)۔
۵۔ یا "قيل بخط فلانٍ" (کہا جاتا ہے کہ یہ فلاں کے خط میں لکھی ہوئی ہے)۔
۶۔ یا "قيل إنه تصنيف فلان" (کہا جاتا ہے کہ یہ کتاب فلاں کی تصنیف کردہ ہے)۔

ادائے حدیث کے اس اسلوب سے روایت کی ہوئی تمام روایات منقطع احادیث کے درجہ میں شمار ہوں گی۔ ہاں اگر راوی کو مروی عنہ (جس سے روایت کر رہا ہے) کے خط پر اعتماد ہو تو اس صورت میں (یعنی "وجدت بخط فلانٍ" کہنے سے) حدیث کے اندر کچھ اتصال کی بو پیدا ہو جائے گی اور حدیث منقطع حدیث کے رتبہ سے کچھ بڑھ جائے گی(۷۲)۔

وجادہ کے اسلوب سے حاصل ہونے والی حدیث کو روایت کرتے وقت بعض الفاظ کے استعمال کو علماء حضرات نے درست قرار نہیں دیا ہے کیونکہ ان کے استعمال سے معلوم ہوتا ہے کہ راوی نے شیخ سے حدیث کو براہ راست سن کر بیان کیا ہے۔ اس طرح سامع (سننے والا) وہم و شک میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ایسے الفاظ میں سے کچھ یہ ہیں: "عن فلانٍ"، "حدثنا فلانٌ"، "أخبرنا فلانٌ"، "سمعت منه" وغیرہ وغیرہ۔ اس نوعیت کے الفاظ سے حدیث اداء کرنے کے عمل کو بد ترین تدلیس قرار دیا گیا ہے(۷۳)۔

اگر راوی کو کسی محدث کی تصنیف کردہ کتاب مل جائے اور وہ اس سے حدیث کو نقل و روایت کرنا چاہے مگر اسے کتاب کے نسخے کی صحت کا یقین نہ ہو تو ایسی صورت میں "قال فلانؒ" یا "ذکر فلانؒ" جیسے الفاظ استعمال نہ کرے بلکہ یہ الفاظ استعمال کرے:

۱۔ "بلغنی عن فلان" (فلاں شخص سے مجھے یہ حدیث پہنچی ہے)۔

۲۔ یا "وجدت فی نسخة من کتابه" (میں نے اس شیخ کی کتاب کے فلاں نسخہ میں فلاں حدیث پائی)[۷۴]۔

اصول حدیث کے بعض علمائے نے اپنے اپنے دور کے مؤلفین کی ایک غلط عادت کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بہت سارے ادباء و مؤرخین جب اپنے سے قبل علماء کی کتب سے کوئی بات اپنی کتب میں نقل کرتے ہیں تو نقل کرتے وقت ان صیغوں کو استعمال کرتے ہیں جو براہ راست سماع پر دلالت کرتے ہیں جیسے "حدثنا الطبریؒ او ابن حجرؒ أو الحافظ العراقیؒ" (یہ حدیث طبریؒ یا ابن حجرؒ یا حافظ عراقیؒ نے ہم سے بیان کی)۔ ایسا کرنا نہ ہی تو لغت کے موافق ہے اور نہ ہی اصطلاح کے۔ ایسے مؤلفین اس بارے میں اگر محدثین حضرات کے وضع کردہ قواعد کا التزام کریں تو ان کے لیے بہت بہتر رہے گا[۷۵]۔

وجادہ کے اسلوب میں جہاں تک "أخبرنی" کے صیغے یا لفظ کے استعمال کا تعلق ہے تو اسے علماء کے نزدیک اجازت روایت کے ساتھ مشروط کر کے بولا جا سکتا ہے، چنانچہ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

"و کذا اشترطوا الإذن فی الوجادة......ولا یسوغ فیه اطلاق أخبرنی بمجرد ذلک إلا أن کان له منه اذن بالراو ایة عنه و اطلق قوم ذلک فغلطوا"[۷۶].

(اور ایسے ہی انہوں نے وجادہ میں اجازت کی شرط رکھی ہے......اور راوی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ صرف اس (اجازت سے خالی) وجادہ میں روایت کرتے وقت "أخبرنی" کہے۔ ہاں اگر اسے شیخ (صاحب کتاب) سے روایت کی اجازت ہو تو صرف "اخبرنی" بول سکتا ہے اور جن لوگوں نے "غیر ماذون" وجادہ میں "أخبرنی" کا اطلاق جائز قرار دیا ہے تو انہوں نے سخت غلطی کی ہے)۔

ادائے حدیث کے بعض اسالیب کی کتابت و قرأت کا انداز

جب احادیث نبویہ کی تعلیم و تدریس اور جمع و تدوین کے عمل کا آغاز ہوا۔ جیسا کہ بحث کے تاریخی پس منظر میں بتایا جا چکا ہے۔ تو سند وصیغ اداء (اسالیب اداء) وجود میں آگئے تو ''ان صیغ اداء کے حوالے سے ایک چیز اور ایجاد ہوئی' وہ یہ ہے کہ: محدثین نے اپنی کتابوں میں ان صیغوں کو مکمل شکل میں لکھنے کی بجائے ان کے مخففات (ABBREVIATIONS) کو رواج دیا۔ چنانچہ ان صیغوں کے لیے الگ الگ علامات مقرر ہوئیں'(۷۷)جن کو محدثین حضرات نے ایک اسلوب کے طور پر اپنا لیا۔ ذیل میں اس اسلوب کی وضاحت کی جاتی ہے:

ا۔ حدثنا

''حدثنا'' کے لیے صرف ''ثنا'' لکھتے ہیں یعنی اول حصہ (حَدَّ)حذف کر دیتے ہیں یا صرف ''نا'' لکھ کر ''حدثنا'' کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں۔ یہاں ''حدث''کو حذف کرتے ہیں امام بخاری ''نا'' اور امام مسلم ''ثنا'' استعمال کرتے ہیں۔

۲۔ أخبرنا کے لیے

الف: ''أنا'' لکھتے ہیں اور ''خبر''کو حذف کر دیتے ہیں۔ یہ اسلوب زیادہ مستعمل ومشہور ہے۔

ب: یا ''أرنا'' لکھتے ہیں اور ''خب''کو ترک کر دیتے ہیں۔

ج: یا ''أبنا'' لکھتے ہیں۔ ایسا عام طور پر امام بیہقی کرتے ہیں یعنی ''أخبرنا'' میں سے ''خ'' اور ''ر'' کو حذف کر دیتے ہیں۔ اور باقی تین حروف کو اختیار کر لیتے ہیں۔ اس اسلوب کو اچھا قرار نہیں دیا گیا ہے۔

۳۔ حدثنی

''حدثنی'' کے لیے ''ثنی'' یا ''دثنی'' لکھتے ہیں۔

۴۔ قَالَ

جہاں تک سند میں لفظ ''قال'' کا تعلق ہے تو محدثین حضرات اس کے ساتھ دو طرح کا برتاؤ کرتے ہیں:

اولاً: اختصار کی خاطر اس کی جگہ درج ذیل مخففات (رموز' اشارات) کو لکھتے ہیں:

الف: بعض صرف ''ق'' لکھتے ہیں۔

ب: بعض قال کو ''حدثنا'' کی علامت ''ثنا'' کے ساتھ ملا کر لکھتے ہیں جیسے ''قثنا'' اور کبھی ''ق'' کو الگ لکھ کر ''ثنا'' لکھ دیتے ہیں یعنی ''ق ثنا''. یہ اور ما قبل والا ''قثنا'' دونوں اُصل میں ''قال حدثنا'' کا مخفف ہیں۔ لیکن موجودہ مدوناتِ حدیث میں اس اسلوب کو ترک کر کے ''قال'' کو مکمل صورت میں لکھا جاتا ہے۔ ہاں اگر کہیں مخفف لکھا ہوا ہو تو اسے پورا ''قال'' ہی پڑھا جائے گا(۷۸)۔

ثانیاً: سند کو مختصر کرنے کے لیے اسے (یعنی قال کو) راویوں کے درمیان سے بالکل حذف کر دیتے ہیں۔ لیکن قاری کے لیے ضروری ہے کہ وہ لفظ ''قال'' زبان سے ادا کرے مثلاً: ''حدثنا **عبدالله بن يوسف أخبرنا مالك**'' کو پڑھتے وقت ''**قال أخبرنا مالك**'' کہنا چاہیے (یعنی عبداللہ بن یوسف نے ہم سے حدیث بیان کی (انہوں نے فرمایا) ہمیں مالک نے خبر دی)(۷۹)۔اسی طرح جب لفظ ''قال'' مکرر ہوتا ہے تو (محدثین) ایک کو حذف کر دیتے ہیں۔

۵۔ أنَّهٗ

اور جہاں تک لفظ ''أنَّهٗ'' کا تعلق ہے تو اختصار کی خاطر سند کے آخیر سے اسے بھی بالکل حذف کر دیتے ہیں مثلاً اس طرح کہتے ہیں: ''**عن أبي هريرة رضى الله عنه قال**''. یہاں قاری کے لیے ضروری ہے کہ وہ ''**عن أبي هريرةؓ أنه قال**'' پڑھے۔ اس لیے کہ اعراب کے لحاظ سے کلام کی تصحیح کی خاطر ''أنَّهٗ'' پڑھنا ضروری ہے(۸۰)۔

۶۔ تحویل سند

تحویل سند کی دو صورتیں ہوتی ہیں:

۱۔ بتداء سے دو سندیں ہوتی ہیں اور پھر درمیان میں ایک اور راوی پر پہنچ کر دونوں سندیں مل جاتی ہیں۔ آگے سندیں متحد ہوتی ہیں۔ یہی عام اسلوب ہے، اکثر یہی صورت ہوتی ہے۔

۲۔ دوسری صورت پہلی کے برعکس ہے کہ ابتداء سے تو سند ایک ہوتی ہے لیکن آگے جا کر دو ہو جاتی ہیں(۸۱)۔

جب کسی حدیث کی دو یا دو سے زائد اسناد ہوں اور ان سب سندوں سے صرف ایک متن نقل کرنا ہو تو جس وقت محدثین ایک سند سے دوسری سند کی طرف منتقل ہوتے ہیں تو وہاں ''ح'' لکھتے ہیں۔ قاری سند جب اس مقام پر پہنچے تو:

۱۔ اس حرف کو حرف ہی کی آواز میں پڑھ کر گزر جائے۔ مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ زیادہ تر رواج بھی ''حا'' ہی پڑھنے کا ہے۔

۲۔ بعض کہتے ہیں کہ ''الحدیث'' پڑھے کہ وہ الحدیث کا مخفف ہے۔

۳۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ''صح'' پڑھے کہ وہ صح کا مخفف ہے۔

۴۔ اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ''تحویل'' پڑھا جائے کیونکہ ''ح'' تحویل کا مخفف ہے۔

۵۔ جب کہ بعض کہتے ہیں کہ اس کو کچھ بھی نہ پڑھے کیونکہ یہ ''ح'' تو دو سندوں کے درمیان ایک علامت ہے تا کہ کوئی دو سندوں کو ایک نہ سمجھ لے(۸۲)۔

۷۔ عن

اسانید میں حرف جر ''عن'' بغیر کسی فعل کے کثرت سے آیا ہے۔ اس حرف والی سند سے جو حدیث مروی ہوتی ہے اسے ''مُعَنْعَنْ'' کہتے ہیں جو لغوی لحاظ سے ''عنعن'' سے اسم مفعول ہے' جس کے معنی ہیں عن عن کہنا (اور عن عن کہنے والا شخص (راوی) ''مُعَنْعِن'' کہلائے گا)۔ اصطلاحی لحاظ سے معنعن راوی کے اس قول کو کہتے ہیں جو ''فلان عن فلان'' سے شروع ہو (یعنی فلاں نے فلان سے روایت کی)''(۸۳)۔

علامہ سیوطیؒ (متوفی۹۱۱ھ) فرماتے ہیں کہ: ''معنعن اسناد وہ ہوتی ہے جس میں تحدیث (حدثنا)' أخبار (أخبرنا) اور سماع (سمعت) کے بیان کے بغیر ہی راوی (معنعن) ''فلان عن فلان'' کہتا چلا جائے''(۸۴)۔

سند میں لفظ ''عن'' کا کردار

عالم اسلام کے مشہور ترکی محقق ڈاکٹر فواد سیزگین ادائے حدیث کی اصطلاحات بیان کرتے ہوئے حرف ''عن'' کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

''...... اصول حدیث کی کتب یہ بتلاتی ہیں (اور اسناد کے بارے میں جدید تحقیقات اس کی تائید کرتی ہیں) کہ حرف ''عن'' تنہا دو کام کرتا ہے:

الف: (پہلا کام یہ ہے کہ) ایک طرف سے یہ روایت کے اسلوب اجازت کو ظاہر کرتا ہے اور دوسری طرف سے سند کے عدم اتصال کی طرف اشارہ کرتا ہے' مثلاً: ''قرأت علی فلان عن فلان'' کا مطلب یہ ہو گا کہ ''قرأت عن فلان الذی تلقی حق الروایة بطریق الإجازة'' (میں نے فلاں کے پاس پڑھا' جس نے روایات کا حق اجازت کے اسلوب سے حاصل کیا تھا)(۸۵)۔

ب: اور دوسرا کام سند کے بارے میں ہے مثلاً "حدثنا وکیع عن علی بن مبارک عن یحی بن معاذ بن جبل". یہاں دوسرا "عن" دو ایسے محدثین کو مربوط کر رہا ہے جن میں سے ایک کی وفات دوسرے سے ڈیڑھ سو برس بعد ہوئی (یعنی دونوں میں ایک سو پچاس سال کا وقفہ ہے)۔ علم اصول حدیث میں ایسی حدیث کو مقطوع(۸۶) یا مرسل(۸۷) کہا جاتا ہے، یعنی غیر متصل اسناد والی۔ تاریخ تألیف (و تدوین حدیث) کے نقطۂ نظر سے اس سے مراد ایسی کتاب کا استعمال ہوا جو بقول محدثین غیر کامل (ناقص) اسناد والی ہے(۸۸)۔

معنعن حدیث کے متصل یا منقطع ہونے کے بارے میں علماء کرام کے دو قول ہیں:

۱۔ پہلے قول کے مطابق ایسی حدیث اس وقت تک منقطع ہی رہے گی جب تک اس کا اتصال واضح نہ ہو جائے۔

۲۔ دوسرے صحیح، راجح اور قابل عمل قول (جو کہ جمہور محدثین، فقہاء اور علماء اصول کا ہے) کے مطابق معنعن حدیث کو درج ذیل چند شرائط کے ساتھ متصل قرار دیا گیا ہے:

الف: معنعن (عن عن سے روایت کرنے والا) مدلس نہ ہو۔

ب: معنعن راوی کی مروی عنہ (شیخ) سے ملاقات ممکن ہو (یعنی دونوں ایک زمانہ میں مجتمع ہوں)۔

ان دونوں شرطوں پر جمہور محدثین کا اتفاق ہے اور امام مسلم کا مسلک بھی یہی ہے کہ ان ہی دونوں پر اکتفا کیا جائے(۸۹)۔

بعض محدثین حضرات نے معنعن روایت کے متصل ہونے کے لیے مزید تین شرائط عائد کی ہیں:

۱۔ ملاقات کا ثبوت یعنی راوی اور مروی عنہ کے درمیان ملاقات ثابت ہو (امام علی بن مدینی اور امام بخاری رحمہما اللہ)۔

۲۔ طول صحبت، یعنی دونوں کے درمیان طول صحبت ثابت ہو (ابو المظفر سمعانی رحمہ اللہ)

۳۔ راوی کو مروی عنہ سے روایت کی معرفت، یعنی راوی اپنے جس شیخ سے بذریعہ "عن" روایت کر رہا ہے اسے جانتا بھی ہو (ابو عمر دانی رحمہ اللہ)۔ ان آخری تین شرائط کے عائد کرنے میں علماء کا اختلاف ہے(۹۰)۔

پہلی دو شرطوں کے ساتھ حافظ العراقی رحمہ اللہ کے حوالے سے ڈاکٹر صبحی صالح رحمہ اللہ نے ایک اور شرط ذکر کی ہے اور وہ ہے "عدالۃ الرواۃ" (راویوں کی عدالت)(۹۱)۔ یعنی راویوں کا عادل ہونا۔

۸۔ أن

عن کی طرح أن بھی اسناد حدیث میں استعمال ہونے والا ایک لفظ ہے۔ اس لفظ کے ذریعہ سے جو حدیث مروی ہو اسے "مؤنن" کہتے ہیں۔ "مؤنن" اُصل میں أنن سے اسم مفعول ہے جس کے معنی ہیں راوی کا اپنے قول میں أن أن کہنا اور اصول حدیث کی اصطلاح میں مؤنن اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند میں "فلان أن فلاناً قال" کہا گیا ہو"(۹۲)۔

اور جس اسناد میں "أن فلاناً قال" ہو وہ بھی "مؤنن و مؤنأن" کہلاتی ہے اور أن ہمزہ کے فتح کے ساتھ بھی اور کسرہ کے ساتھ بھی پڑھا جا سکتا ہے(۹۳)۔

مؤنن روایت کے منقطع یا متصل ہونے کے متعلق مصادر میں دو قول ملتے ہیں:

۱۔ امام احمد اور ایک جماعت کا کہنا ہے کہ جب تک اس نوعیت کی روایت کا اتصال (کسی اور سند سے) ظاہر نہ ہو اس وقت تک اسے منقطع ہی کہا جائے گا۔

۲۔ جمہور محدثین کا کہنا ہے کہ أن "عن" کی مانند ہے۔ اور اس کی مطلق صورت کو عن کی مذکورہ بالا شروط (امکانیت لقاء اور راوی کا غیر مدلس ہونا) کی موجودگی میں سماع پر محمول کرتے ہوئے حدیث کو متصل قرار دیا جائے گا(۹۴)۔

احادیث قدسیہ کے اداء کے اسالیب

احادیث قدسیہ کو اداء (روایت' بیان) کرنے کے لیے یہ اسالیب (الفاظ) مقرر ہیں۔ مودِی (راوی) جو چاہے استعمال کر سکتا ہے:

۱۔ "قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فيما يرويه عن ربه عزوجل" (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل سے روایت کرتے ہوئے فرمایا)۔

۲۔ "قال الله تعالىٰ فيما رواه عنه رسول الله صلى الله عليه وسلم" (یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے روایت کیا ہے)(۹۵)۔

۳۔ "قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: قال الله تعالىٰ" (رسول الہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (کہ) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے)(۹۶)۔

نتائج بحث

ادائے حدیث کے اسالیب کا جائزہ لینے کے بعد جو نتائج سامنے آ سکتے ہیں ان میں سے چند

اہم یہ ہیں:

۱۔ تحمل حدیث کے اعتبار سے ایک شخص شاگرد کہلاتا ہے اور ادائے حدیث کے لحاظ سے استاذ' گویا ایک ہی آدمی مُتحمِّل بھی ہو سکتا ہے اور مُؤدّی بھی۔

۲۔ قبل از اسلام کے لوگ (متمدن اقوام و عرب) زبانی و تحریری دونوں طرح کے اسلوب روایت کو کسی حد تک استعمال کیا کرتے تھے اور اسی طرح ان کے ہاں سند سے ملتا جلتا ایک اسلوب رائج تھا جس کے ذریعہ سے وہ معلومات و اُخبار کو نقل کیا کرتے تھے۔

۳۔ بعد از اسلام حدیث کے تحمل و اداء کے عمل میں روایت کے دونوں اسلوبوں(یعنی زبانی و تحریری) سے بھر پور فائدہ اٹھایا گیا۔

۴۔ آغاز ہی سے احادیث نبویہ کے تحمل و اداء کے عمل میں بہت احتیاط' دقت نظری ودیانتداری سے کام لیا جاتا رہا اور اس عمل کی بنیاد راویوں کی تجریح و تعدیل کے بےنظیراصولوں پر رکھی گئی۔

۵۔ مستشرقین اور منکرین حدیث کوتحمل و ادائے حدیث کے اسالیب کے متعلقات اور محدثین حضرات کے خلوص اور ان کی دیانتداری کا دقت نظری و ہمدردی (جو مطالعہ کی بنیاد ہے) سے جائزہ لینا چاہیے تھا۔ اگر اعتراضات سے قبل ایسا کرتے تو اعتراضات و شبہات میں پڑنے کی نوبت ہی نہ آتی اور ہر اعتراض کاجواب انہیں وہیں مل جاتا۔ بہرکیف جو کچھ بھی ہوا' انھیں اس غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہوناچاہیے کہ ان کے شبہات و اعتراضات سے شانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں کچھ فرق پڑا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث وسنن کی قدر و قیمت کم ہوئی ہے۔ بلکہ عقل سلیم رکھنے والے اگر بغور جائزہ لیں تو عیاں ہو جائے گا' اور اہل علم حضرات اس سے بخوبی آشنا بھی ہیں' کہ مستشرقین ومنحرفین کے معاندانہ نوعیت کے رویوں سے نہ تو شانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی فرق آیا ہے اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی قدر و منزلت کم ہوئی ہے۔

بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ نقصان کی بجائے دوہرا فائدہ ہوا ہے' وہ اس طرح کہ ایک طرف سے شبہات کی صورت میں خفیہ و مستور معلومات کا ظہور ہوا اور دوسری جانب سے علماء اسلام میں بیداری کی لہر دوڑ گئی تو انھوں نے اعتراضات و شبہات کے علمی نوعیت کے جوابات دینے شروع کر دیئے اور ہر محاذ پر ایسا منہ توڑ جواب دیا کہ ان معاندین کے لیے سوائے پسپائی کے اور کوئی راستہ نہ بچ سکا۔ اگر کہیں جواب دینے کی کوشش کی بھی گئی ہے تو اس سے بھی اصل میں تعلیمات نبوی ہی کو پہلے جیسا بلکہ اس سے کچھ زیادہ فائدہ پہنچا ہے۔

یہ بھی باری تعالیٰ کی طرف سے دین کی حفاظت و صیانت کا ایک انوکھا انداز ہے کہ وہ اپنے اور اپنے دین کے دشمنوں سے اس کی حفاظت کرواتا رہتا ہے اور ان کے ہاتھوں ایسے ایسے کارنامے سرانجام دلاتا رہتا ہے جن سے اسلام ہی کی آبیاری ہوتی رہتی ہے۔ اس حقیقت کا کوئی انکار کر دے تو یہ الگ بات ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

حواشی و حوالہ جات

۱۔ فکر و نظر' جنوری۔ مارچ ۱۹۹۷ء' ج۳۴' ش۳' ص۳۔۵۳۔

۲۔ الوسیط فی علوم و مصطلح الحدیث از ڈاکٹر محمد بن محمد أبو شہبہ' ص۴۲' بتغییر یسیر' عالم المعرفۃ جدۃ' ط أولی:۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء۔

۳۔ تفصیل کے لیے دیکھئے سابق حوالہ ص۴۲۔۴۴۔

۴۔ تاریخ التراث العربی از ڈاکٹر فواد سزگین ج۱ ص۲۳۳' ترجمہ: ڈاکٹر محمود حجازی' المکتبۃ العربیۃ السعودیۃ' ۱۹۸۳ء۔

۵۔ ایضاً' ص۲۳۲۔

۶۔ دراسات فی الحدیث النبوی و تاریخ تدوینہ از ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی ج۲ ص۳۹۱۔۳۹۲' المکتب الإسلامی ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۲ء۔

۷۔ الأصابۃ فی تمییز الصحابہؓ از حافظ ابن حجر عسقلانی' ج۲ ص۱۲۶۴' کلکتۃ' نیز دیکھئے الوثائق السیاسیۃ از ڈاکٹر محمد حمیداللہ ص۱۰۴ و ما بعدھا' قاہرۃ' ۱۹۴۱ء و طبقات ابن سعد از امام محمد بن سعدؒ (متوفی ۲۳۰ھ)' ج۱ ص۲۶۷' دارصادر بیروت' لبنان' ۱۹۵۷ء۔

۸۔ علل الحدیث' از ابن أبی حاتم الرازیؒ (متوفی ۲۷۷ھ) ج۱ ص۵۲۔ قاہرۃ' ۱۳۴۴ھ و تہذیب التہذیب از ابن حجر عسقلانیؒ ج۵ ص۳۲۳' حیدر آباد' ۱۳۲۷ھ۔

۹۔ طبقات ابن سعد' محولہ بالا ج۵ ص۵۹۔

۱۰۔ کتابتِ حدیث عہد رسالتؐ و عہد صحابہؓ میں از مولانا محمد رفیع عثمانی ص۱۱۹' ادارۃ المعارف' کراچی ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء۔

۱۱۔ تفصیل کے لیے دیکھئے سابق حوالہ ص۱۳۹۔۱۴۰۔

۱۲۔ مثالوں کے لیے دیکھئے سابق حوالہ ص۱۵۳۔۱۵۴۔

۱۳۔ مثالوں کے لیے دیکھئے سابق حوالہ ص۱۵۹۔۱۶۰۔

۱۴۔ مثالوں کے لیے دیکھئے سابق حوالہ ص۱۶۳۔۱۶۴۔

۱۵۔ شرح صحیح مسلم از علامہ غلام رسول سعیدی ج۲ ص۶۴۳' کتاب الجمعۃ حدیث نمبر ۱۹۲۷' فرید بک سٹال' لاہور' ط سادس' ۱۹۹۸ء۔

۱۶۔ العلل و معرفۃ الرجال از احمد بن حنبل رحمہ اللہ ج۱ ص۴۳' الفقرۃ ۱۹۶۳ء و تہذیب و التہذیب' محولہ بالا ج۱ ص۴۷۰۔

۱۷۔ الوسیط' محولہ بالا ص۴۴' بتغییر یسیر۔

۱۸۔ تفصیل کے لیے دیکھیے سابق حوالہ ص۴۴' و ما بعدھا۔

۱۹۔ تذکرۃ الحفاظ از امام أبو عبداللہ شمس الدین الذھبیؒ ج۱ ص۲' حیدر آباد' دکن ۱۹۵۵ء۔

۲۰۔ ایضاً' ص۶۔

۲۱۔ ایضاً' ص۷۔

۲۲۔ ایضاً' ج۱' تذکرۃ علی رضی اللہ عنہ۔

۲۳۔ اس قبیل کی مزید مثالوں کے لیے دیکھیے: سنن ابن ماجہ از امام ابو عبداللہ محمد بن یزید القزوینی رحمہ اللہ (المتوفی۲۲/رمضان ۲۷۳ھ)' باب التَّوَقِّی فِی الحَدِیث عَنْ رسولِ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم' تحقیق: محمد فؤاد عبدالباقیؒ ج۱ ص۸' عیسی البابی الحلبی مصر' ۱۹۵۲ء و مسند از امام احمد بن حنبل الشیبانی رحمہ اللہ' تحقیق: احمد شاکر ج۶ ص۴۶' دارالمعارف' قاہرہ' والحدیث والمحدثون از محمد ابو زھو' ص۷۰۔۷۲' مصر' ط اولی۔

۲۴۔ تذکرۃ الحفاظ' محولہ بالا ج۱ ص۱۵۔

۲۵۔ الجامع الصحیح (صحیح بخاری) از امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (متوفی۲۵۶ھ)' کتاب العلم' دارالفکر بیروت س ن' و مقدمۃ الجامع الصحیح (صحیح مسلم) از امام مسلم بن الحجاج القشیری رحمہ اللہ (متوفی۲۶۱ھ)' باب تغلیظ الکذب علی رسول اللہ ﷺ' شارح: امام یحیی بن شرف النووی رحمہ اللہ' مکتبۃ الغزالی دمشق' س ن۔

۲۶۔ منہاج البخاری (مقدمہ) از محمد معراج الاسلام ج۱' ص۱۵۵' عرفان القرآن' لاہور' س ن۔

۲۷۔ منہاج البخاری (مقدمہ)' محولہ بالا ایڈیشن' ج۱' ص۱۵۷۔۱۵۸۔

۲۸۔ تاریخ التراث العربی' محولہ بالا ج۱ ص۲۴۷' بحوالہ (ہوروفتش): Horowitz, Alter and ursprung des Isnad, Islam, 8 (1918) 39

۲۹۔ سابق حوالہ' ج۱ ص۲۴۸۔

۳۰۔ منہاج البخاری' محولہ بالا ج۱ ص۱۵۸۔

۳۱۔ تاریخ التراث العربی' محولہ بالا ج۱ ص۲۴۸' بحوالہ تدریب الراوی ص۱۴۸۔۱۴۹' لیکن میرے پاس جو تدریب الراوی ہے اس کی جلد ۲ کے ص۶۱۔۶۲ پر یہ الفاظ مذکور ہیں۔

۳۲۔ سابق حوالہ و تقدمۃ المعرفۃ لکتاب الجرح والتعدیل از امام ابن أبی حاتم رحمہ اللہ ص۲۳۸' دائرۃ المعارف' حیدر آباد' ۱۳۷۱ھ/۱۹۵۲ء۔

۳۳۔ سابق حوالہ ج۱ ص۲۴۸' بحوالہ (ہورست): Horst Horst "Zur uberlieferung ım Korankommentar at. Tabaris" ZDMG 103/1953/209-307.

ہورست نے کلمہ ''حدثت'' کا استعمال طبری کے ہاں ثابت کیا ہے' انہوں نے اس کی یہ صفت بیان کی ہے کہ یہ کلمہ ''غیر محدودہ ہے'' لیکن اس کے مفہوم تک ان کی رسائی نہیں ہو سکی (سابق حوالہ حاشیہ نمبر ۴)۔

۳۴۔ سابق حوالہ بحوالہ تاریخ الأمم و الملوک از ابو جعفر محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ' ج۱ ص۱۲۵' تحقیق ذی خویہ ۱۹۰۱ء۔

۳۵۔ سابق حوالہ ج۱ ص۲۴۸۔۲۴۹' بحوالہ مثلاً تاریخ طبری' سابق حوالہ ج۱ ص۴۳۴۔

۳۶۔ دیکھئے النہج الحدیث فی مختصر علوم الحدیث از ڈاکٹر علی محمد نصر ص۱۹۴' س ن' بحوالہ المنجد فی اللغۃ و الأدب والعلوم از ویلس معلوف' نیز دیکھئے فیروز اللغات (اردو) از مولوی فیروز الدین رحمہ اللہ' ص۷۷۔

۳۷۔ الوسیط فی علوم الحدیث' محولہ بالا ص۹۴۔

۳۸۔ منہج النقد فی علوم الحدیث از ڈاکٹر نور الدین عتر ص۲۲۱' دارالفکر دمشق ط ثالثۃ' ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء۔

۳۹۔ تیسیر مصطلح الحدیث از ڈاکٹر محمود طحان' ص۱۵۶' حاشیہ نمبر۱' دارالکتب العربیۃ پشاور' س ن۔

۴۰۔ دراسات فی الحدیث النبوی' محولہ بالا ج۲ ص۵۸۷۔

۴۱۔ دیکھئے سابق حوالہ بتلخیص یسیر۔

۴۲۔ سابق حوالہ ص۵۸۸۔

۴۳۔ دیکھئے منہج النقد' محولہ بالا ص۲۲۶' بحوالہ تعریف أھل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس از حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ص۴۰' و بحوالہ الإلماع فی اصول الروایۃ و تقیید السماع از قاضی عیاض رحمہ اللہ ص۱۱۹۔

۴۴۔ دیکھئے مقدمہ ابن الصلاح' محولہ بالا' ص۶۲۔۶۴' و تدریب الراوی' محولہ بالا ج۲ ص۸۔۱۱' و توضیح الأفکار از علامہ محمد بن اسماعیل صنعانیؒ (متوفی ۱۱۸۲ھ)' تحقیق محمد محی الدین عبدالحمید ج۲ ص۲۹۵۔۲۹۷' و تیسیر مصطلح الحدیث' محولہ بالا ص۱۵۸۔

۴۵۔ تیسیر مصطلح الحدیث محولہ بالا ص۱۵۸' حاشیہ نمبر۲۔

۴۶۔ الکفایۃ فی علم الروایۃ از خطیب بغدادیؒ ص۳۹۴، دائرہ المعارف العثمانیہ حیدرآباد، ۱۳۵۷ھ، نیز دیکھئے تاریخ التراث العربی' محولہ بالا ج۱ ص۲۴۷۔

۴۷۔ صحیح مسلم بشرح النوویؒ (المتوفی ۶۷۶ھ) محولہ بالا ج۱ ص۱۵۱۔

۴۸۔ اختصار علوم الحدیث از حافظ ابن کثیرؒ ص۱۱۲، و بہامشہ شرحہ المسمی (الباعث الحثیث) لاحمد شاکر، القاهرة، ط دوم۔ ۱۳۷۰ھ/۱۹۵۱ء۔

۴۹۔ دیکھئے الکفایۃ فی علم الروایۃ، محولہ بالا، ص ۲۸۴ و مقدمہ ابن الصلاح، محولہ بالا ص ۶۳، و شرح النخبۃ بتعلیق محمد غیاث الصّبّاغ، ص۱۳۶، موسسۃ مناهل العرفان، بیروت ط ط دوم ۱۴۱۰ھ۔ ۱۹۹۰ء، ولدرایۃ از زین الدین العاملی، ص ۸۵، مطبعۃ النعمان، النجف۔

۵۰۔ دیکھئے مقدمہ ابن الصلاح، محولہ بالا ص۶۳، والدرایۃ از عاملی محولہ بالا ص۸۵۔

۵۱۔ دیکھئے مقدمہ ابن الصلاح، سابق حوالہ، و فتح المغیث از ابوالفضل زین الدین عبدالرحیم بن الحسین العراقیؒ ص۱۸۳، مکتبۃ السنۃ القاهرة، ط ثانیۃ ۱۹۸۸ء۔

۵۲۔ حدیث کی سند کے عیب کو چھپا کر بظاہر سنوار کر پیش کر دینے کو تدلیس کہتے ہیں۔

۵۳۔ دیکھئے شرح النخبۃ بتعلیق الصباغ، محولہ بالا ص۱۳۶، و شرح النخبۃ بتعلیق محمد منظور الوجیدی ص۲۰۴، شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلیشرز، لاہور، ط اول :۱۹۸۴۔

۵۴۔ دیکھئے مقدمہ ابن الصلاح، محولہ بالا ص۶۳، و تدریب الراوی محولہ بالا ج ۲ ص ۹۔

۵۵۔ دیکھئے مقدمہ، سابق حوالہ ص۶۳۔۶۴، و التدریب، سابق حوالہ ج ۲ ص ۹۔۱۱، و توضیح الأفکار، محولہ بالا ج ۱ ص۲۹۷، و مقباس الهدایۃ از شیخ عبداللہ القامانی ج۳ ص۹۵، المطبعۃ المرتضویۃ، النجف الأشرف، ۱۳۵۷ھ۔

۵۶۔ الکفایۃ فی علم الروایۃ، محولہ بالا ص۲۹۰۔

۵۷۔ ایضاً، ص۲۸۸۔

۵۸۔ علوم الحدیث و مصطلحہ از صبحی صالح، محولہ بالا ص۸۹، بحوالہ الجامع لأخلاق الراوی و آداب السامع از خطیب بغدادیؒ مخطوطۃ البلدیۃ بالاسکندریۃ (برقم ۳۷۱۱ج)۔

۵۹۔ دیکھئے مقدمہ ابن الصلاح، محولہ بالا ص۶۵، و تدریب الراوی محولہ بالا ج ۲ ص۱۶، و توضیح الأفکار، محولہ بالا ج۱، ص۳۰۵۔

۶۰۔ سابق حوالہ جات، و الباعث الحثیث (شرح اختصار علوم الحدیث) ص۱۲۵، شرح النخبۃ بتعلیق الصباغ، محولہ بالا ص۱۳۶۔۱۳۷، و جواهر الأصول فی علم حدیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم از علامہ محمد بن علی الفارسیؒ (متوفی ۸۳۷ھ)، تحقیق: قاضی اطہر مبارکپوری، ص۶۹، مطبوعہ بمبئی، تاریخ غائب۔

۶۱۔ دیکھئے الباعث الحثیث، محولہ بالا ص۱۲۵۔

۶۲۔ تفصیل کے لیے دیکھئے مقدمہ ابن الصلاح، محولہ بالا ص۶۵۔۶۶، و تدریب الراوی، محولہ بالا ج ۲ ص ۱۶۔۱۷، و فتح المغیث ج ۲ ص ۳۰۵۔۳۰۶، و قواعد التحدیث از علامہ محمد جمال الدین قاسمیؒ ص۲۰۷۔۲۰۸، دار الکتب العلمیۃ

بیروت ،ط اولی ۱۹۷۹ء، و مقیاس الهدایة از مقامانی، محولہ بالا ص۹۶۔

۶۳۔ تیسیر مصطلح الحدیث، محولہ بالا ص۱۵۹۔

۶۴۔ دیکھئے مقدمہ ابن الصلاح، محولہ بالا ص۸۲۔۸۳، و تدریب الراوی، محولہ بالا ج۲، ص۵۲۔۵۳، و الإلماع فی أصول الروایة و تقیید السماع از قاضی عیاض بن موسیٰ ص:۱۲۸، دارالتراث، القاہرة، ۱۹۷۰ء، و مقیاس الهدایة از مقامانی ص۱۰۰، و تیسیر مصطلح الحدیث ص۱۶۰۔۱۶۱۔

۶۵۔ علوم الحدیث و مصطلحہ، محولہ بالا ص۹۶۔

۶۶۔ الوسیط فی علوم و مصطلح الحدیث، محولہ بالا ایڈیشن ص۱۱۲۔

۶۷۔ ایضاً

۶۸۔ دیکھئے مقدمہ ابن خلدون ص۸۴، و التدریب ج۲ ص۵۷، و مقیاس الهدایة ص۱۰۱۔

۶۹۔ الوسیط فی علوم و مصطلح الحدیث، محولہ بالا ص۱۱۵، و قواعد التحدیث، محولہ بالا ص۲۰۴، والنہج الحدیث فی مختصر علوم الحدیث از علی محمد نصر ص۲۰۳۔

۷۰۔ دیکھئے الوسیط، محولہ بالا ص۱۱۵، والنہج الحدیث، سابق حوالہ ۲۰۳۔۲۰۴، والمختصر الوجیز فی علوم الحدیث از ڈاکٹر محمد عجاج الخطیب ص۹۷، مؤسسة الرسالة، ط أولیٰ ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء۔

۷۱۔ دیکھئے مقدمہ ابن الصلاح ص۸۶، والتدریب، ج۲ ص۶۱، و مقیاس الهدایة للمقامانی، ص۱۰۱۔۱۰۲۔

۷۲۔ دیکھئے سابقہ حوالے، والتقیید والإیضاح شرح مقدمہ ابن الصلاح از حافظ زین الدین عبدالرحیم بن الحسین العراقی (متوفی ۸۰۶ھ) و توضیح الأفکار، محولہ بالا ج۲ ص۳۴۶۔

۷۳۔ دیکھئے سابقہ حوالے اور صفحات۔

۷۴۔ دیکھئے سابقہ حوالے اور صفحات۔

۷۵۔ دیکھئے الوسیط، محولہ بالا ص۱۱۷، و علوم الحدیث از صبحی صالح محولہ بالا ص۱۰۲۔

۷۶۔ شرح نخبة الفکر بتعلیق الصباغ، محولہ بالا ص۱۴۰۔

۷۷۔ منہاج البخاری، محولہ بالا ج۱ ص۱۵۸۔

۷۸۔ دیکھئے مقدمہ ابن الصلاح، محولہ بالا ص۹۹، و تدریب الراوی، محولہ بالا ج۲ ص۸۶۔۸۷، و قواعد التحدیث، محولہ بالا ص۲۰۹۔

۷۹۔ دیکھئے تیسیر مصطلح الحدیث، محولہ بالا ص۱۴۷۔

۸۰۔ ایضاً

۸۱۔ دیکھئے فیض الباری از مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۵۲ھ) ج۱ ص۳۲، ربانی بکڈپو دہلی، سن ن۔

۸۲۔ دیکھئے مقدمہ ابن الصلاح، ص۹۷۔۹۸، و التدریب ج۲ص۸۸، و شرح مقدمۃ الصحیح للمسلم از شامزی، محولہ بالا ص۲۴۳، و منہج النقد فی علوم الحدیث، ص۲۳۸۔

۸۳۔ تیسیر مصطلح الحدیث، محولہ بالا ص۸۵۔۸۶۔

۸۴۔ تدریب الراوی، محولہ بالا ج۱ص۲۱۴، و منہج النقد فی علوم الحدیث، محولہ بالا ص۳۵۱۔

۸۵۔ تاریخ التراث العربی، محولہ بالا ج۱ ص۲۴۸، نیز دیکھئے مقدمہ ابن الصلاح محولہ بالا ص۲۹، والتدریب، محولہ بالا ج۱ ص۲۱۶۔

۸۶۔ مقطوع اس قول یا فعل کو کہتے ہیں جس کی نسبت تابعی یا تبع تابعی یا اس سے نیچے کسی شخص کی طرف کی جائے۔ (التیسیر، محولہ بالا ص۱۳۲۔۱۳۳)

۸۷۔ مرسل وہ حدیث ہوتی ہے جس کی سند کا آخری حصہ یعنی تابعی سے اوپر کا راوی ساقط ہو (سابق حوالہ ص۷۰)۔

۸۸۔ تاریخ التراث العربی، محولہ بالا ج۱، ص۲۴۸، و العلل لابن ابی حاتمؒ ، محولہ بالا ج۲، ص۵۵۔

۸۹۔ تفصیل کے لیے دیکھئے صحیح مسلم بشرح النوویؒ (مقدمہ)، محولہ بالا ج۱، ص۱۲۷۔۱۴۳، باب صحۃ الاحتجاج بالحدیث المعنعن۔

۹۰۔ دیکھئے تدریب الراوی، محولہ بالا ج۱ ص۲۱۵۔۲۱۶، و منہج النقد فی علوم الحدیث، محولہ بالا ص۳۱۵، و تیسیر مصطلح الحدیث، محولہ بالا ص۸۶۔

۹۱۔ علوم الحدیث و مصطلحہ، محولہ بالا ص۲۳۳، بحوالہ شرح العراقیؒ علی علوم الحدیث (مقدمۃ ابن الصلاح) ص۶۷، المطبعۃ العلمیۃ بحلب ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۱ء۔

۹۲۔ تیسیر مصطلح الحدیث، محولہ بالا ص۸۷، و علوم الحدیث از مولانا الأسعدی، محولہ بالا ص۱۵۱، منہج النقد فی علوم الحدیث محولہ بالا ص۳۵۱۔

۹۳۔ تدریب الراوی، محولہ بالا ایڈیشن، ج۱، ص۲۱۷، حاشیہ نمبر۱

۹۴۔ دیکھئے سابق حوالہ، و علوم الحدیث از صبحی صالح، محولہ بالا ص۲۳۶۔

۹۵۔ تیسیر مصطلح الحدیث، محولہ بالا ص۱۲۷، و علوم الحدیث از اسعدی، محولہ بالا ص۴۱۔

۹۶۔ علوم الحدیث، سابق حوالہ۔